وحدتِ امت کا داعی اور غلبۂ اسلام کا علمبردار

زیر سرپرستی
شیخ الحدیث
مولانا محمد سرفراز خان صفدر
دامت برکاتہم

بین الاقوامی ادارے
این جی اوز
اور مسیحی مشنریاں

زیر ادارت
ابو عمار زاہد الراشدی

الشریعہ
گوجرانوالہ

ماہنامہ

الشریعہ اکادمی
مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

پاکستان کی معاشی زبوں حالی کا ایک جائزہ

واجبات	(1) بیرونی قرضے	32 ارب ڈالر
	(2) بیرونی قرضوں پر واجب الادا سالانہ سود	32 ارب روپے
	(3) بیرونی قرضے سالانہ قسط	107 روپے
	(4) اندرونی قرضے	1160 ارب روپے
	(5) اندرونی قرضوں پر واجب الادا سود	154 ارب روپے
اثاثے	(1) بیرون ممالک غاصبوں کے بینک کھاتے	86 ارب ڈالر
	(2) بے نام / رشوت سے حاصل کردہ املاک	1500 ارب روپے
	(3) بینکوں کے کھاتوں میں خفیہ رقوم	100 ارب روپے
	(4) بینکوں سے لیے گئے قرضے	140 ارب روپے
نج کاری کا فراڈ	بقول جاوید برکی نج کاری کے لیے موجودہ اثاثے	1200 سے 1600 ارب رو
	بقول وزیر اعظم نج کاری کے لیے موجود اثاثے	500 ارب روپے

مرکزی بجٹ کی صورت حال

(1) 1997/1998 سالانہ بجٹ	552 ارب روپے
(2) سود اور اقساط کی سالانہ ادائیگی سیریل (2) (3) اور (5) 293 ارب روپے (-) 45 ارب روپے خوراک کے قرضے	248 ارب روپے
(3) بقایا رقم 552 ارب روپے (-) 248 ارب روپے	304 ارب روپے
(4) سالانہ مرکزی آمدنی	326 ارب روپے
(5) قرضوں کا بوجھ نہ ہونے کی صورت میں سالانہ بچت: 326 ارب روپے (-) 304 ارب روپے	22 ارب روپے

نوٹ: (1) جاوید برکی صاحب نگرانی وزیر اعظم معین قریشی کے معاشی مشیر تھے اور ورلڈ بینک کے اعلیٰ حکام میں سے ہیں جن کے اعداد و شمار زیادہ قابل اعتبار ہیں۔

(2) قرضوں کے اعداد و شمار اکنامک سروے آف پاکستان منسٹری آف فنانس سے لیے گئے ہیں۔

(شائع کردہ: تنظیم الاخوان پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کا سہ ماہی علمی و فکری مجلہ

الشریعہ
گوجرانوالہ

جلد : ۹
شمارہ : ۲
اپریل ۱۹۹۸ء

زیر سرپرستی

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی

رئیس التحریر

ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر

حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر معاون

ناصر الدین خان عامر

قیمت فی پرچہ ۲۵ روپے، سالانہ ۱۰۰ روپے

بیرونی ممالک : سالانہ پندرہ امریکی ڈالر

○ ترسیل زر کے لیے ○

"الشریعہ" اکاؤنٹ نمبر ۳۶۰

حبیب بینک لمیٹڈ، بازار تھانے والا گوجرانوالہ

مینیجر "الشریعہ" جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

ناشر: حافظ عبد المتین خان زاہد

طابع: مسعود اختر پرنٹرز، میکلوڈ روڈ لاہور

کمپوزنگ: الشریعہ کمپوزرز، گوجرانوالہ

خط و کتابت کیلئے

الشریعہ اکادمی مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ۔ فون ۲۱۹۶۴۳-۰۴۳۱

E-Mail : afayaz@paknet1.ptc.pk

کلمہ حق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بین الاقوامی ادارے اور غیر سرکاری تنظیمیں

عالمی استعمار کے مورچے

بین الاقوامی ادارے اور این جی اوز (Non-Governmnetal Organizations) یعنی غیر سرکاری تنظیمیں مختلف ممالک میں اپنے اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے کس طرح کام کرتی ہیں؟ اس سے واقفیت دینی کام کرنے والی جماعتوں اور کارکنوں بالخصوص علماء کرام کے لیے انتہائی ضروری ہو گئی ہے اور اسی غرض سے چند منتخب مضامین قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں جو موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ تو نہیں کرتے البتہ ان سے عالم اسلام میں کام کرنے والی این جی اوز کے بنیادی اہداف اور طریق کار کے اہم پہلوؤں کا ایک ہلکا سے خاکہ ضرور سامنے آجاتا ہے اور اگر یہ کوشش دینی کارکنوں کو اس طرف توجہ دلانے میں کامیاب رہی تو ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اپنے مقصد کی طرف ہم نے اہم پیش رفت کر لی ہے۔

ہم نے بین الاقوامی اداروں اور این جی اوز کے ساتھ مسیحی مشنریوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اگرچہ معروف معنوں میں مذہبی تنظیمیں سمجھی جاتی ہیں اور این جی اوز کے ساتھ ان کا تذکرہ شاید بعض حلقوں کو محسوس بھی ہو لیکن ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ اپنے اہداف و مقاصد کے حوالے سے مسیحی مشنریاں بھی ان این جی اوز سے کسی طرح مختلف نہیں ہیں جو بین الاقوامی اداروں اور لابیوں کے سرمایہ ر تعلیم اور سماجی خدمت کی آڑ میں مسلم سوسائٹیوں میں فکری انتشار' اخلاقی انارکی اور معاشی ابتری پھیلانے میں مصروف ہیں اور این جی اوز کے ساتھ ان مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا "نیٹ ورک" دکھائی دیتا ہے جو ایک طرف مذہب کے لبادے میں اور دوسری طرف لامذہبیت کی چھتری تلے ایک ہی مقصد کے لیے آپس کی پوری انڈر سٹینڈنگ کے ساتھ مصروف کار ہے۔

عالمی استعمار اور مغربی ادارے گزشتہ دو سو برس سے جس "ٹارگٹ" تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں' وہ یہ ہے کہ عام مسلمان اسلام کی بنیادی تعلیمات وعقائد سے نابلد اور دینی اقدار

وروایات سے منحرف ہو جائے تا کہ اسے سیکولرازم کی بھٹی میں پگھلا کر اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ اس کام کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ "مولوی" اور "دینی درسگاہ" ہے اسی لیے وہ عالمی اداروں اور مغربی میڈیا کی کردار کشی کی مہم کا سب سے بڑا ہدف ہے جبکہ این جی اوز اور مسیحی مشنریاں اس مہم کے مورچے ہیں جن کی آڑ میں مسلم سوسائٹی کی فکری اور اخلاقی جڑیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں۔

ترکی کی خلافت عثمانیہ کے خاتمہ سے لے کر مشرق وسطیٰ کے سینے میں اسرائیل کا ناسور پیدا کرنے اور نو آزاد مسلم ممالک کی معیشت کو عالمی مالیاتی اداروں کے شکنجے میں جکڑنے تک کے سارے عمل میں راہ ہموار کرنے کا کام انہی غیر سرکاری تنظیموں نے سرانجام دیا ہے اور اب بھی وہ اس منصوبہ بندی کے اگلے مراحل کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہیں جبکہ مسلم ممالک کی دینی تحریکات بالخصوص پاکستان کے مذہبی حلقے ابھی تک اس صورت حال کا پوری طرح ادراک کرنے کے لیے بھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں جو ہمارا سب سے بڑا المیہ ہے اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں پہنچ کر اچھی خاصی دینی تحریکات بے پناہ قربانیوں کے باوجود بے بسی کا عبرتناک نمونہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے مذہبی حلقے' دینی جماعتیں اور کارکن جذباتیت اور سطحیت کی دلدل سے نکلیں اور مسائل کی تہہ تک پہنچنے' ان کے بارے میں بھرپور واقفیت حاصل کرنے اور کسی بھی کام کے لیے مکمل غور و فکر اور گہری منصوبہ بندی جیسی بنیادی ضروریات کا احساس کریں اور دشمن کے طریق کار اور ہتھیاروں کو اچھی طرح سمجھ کر ان کا توڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں' یہ کسی بھی جنگ کی سب سے بنیادی ضرورت ہوتی ہے اور اسے نظر انداز کر کے کوئی فوج کامیابی کی طرف آگے نہیں بڑھ سکتی۔

عالمی استعمار اور اسلامی حلقوں کے درمیان معرکہ آرائی دن بدن واضح ہوتی جا رہی ہے' فاصلے کم ہو رہے ہیں اور اہداف کے دائرے ابھر رہے ہیں۔ اس صورت حال میں بے خبری' غفلت اور بے تدبیری کا مطلب دشمن کو راستہ دینے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

اے کاش ہمارے دینی حلقے' علمی مراکز' مذہبی جماعتیں' علماء کرام' دانش ور اور کارکن حالات کی اس سنگینی کو صحیح طور پر محسوس کر سکیں۔ اے کاش! اے کاش!

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں

زیر نظر مضمون حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تصنیف "عیسائیت کا پس منظر" سے لیا گیا ہے جو ۱۹۶۱ء میں طبع ہوئی تھی اور اس میں اس وقت پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے حوالہ سے صورت حال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان مشنریوں کے دائرہ کار میں کتنی وسعت ہوئی ہے' اس کا اندازہ حالات کی رفتار سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔　(ادارہ)

علماء حق کا سنجیدہ طبقہ اپنی ایمانی فراست اور خداداد بصیرت کے پیش نظر کافی عرصہ سے عیسائیت کی گمراہ کن تبلیغ کے خلاف آواز بلند کرتا رہا ہے اور اس فتنہ کے دینی و دنیوی مفاسد سے مسلمانوں کو باخبر کرتا رہا ہے۔ مگر پچھلے دنوں تو بعض اخبارات نے بھی پاکستان میں عیسائیت کی جارحانہ اور مغویانہ وحریصانہ تبلیغ اور بہت سے مسلمانوں کے مرتد ہونے کے اعداد و شمار شائع کیے ہیں۔ بعض اخبارات نے یہ لکھا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اب تک چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان عیسائیت قبول کر کے مرتد ہو چکے ہیں۔ (العیاذ باللہ) اور بعض نے اس سے بھی کہیں بڑھ کر تعداد شائع کی ہے۔ چنانچہ موقر جریدہ المنبر لائل پور ۹ فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر جلی عنوان کے ساتھ حسب ذیل عبرت آموز سطور شائع ہوئی ہیں۔

"رومن کیتھولک عیسائیوں کا ایک اخبار "پراسکیٹر" کناڈا سے نکلتا ہے جس میں دنیا بھر کی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کی تفصیل شائع ہوتی ہے۔ اس اخبار نے پاکستان میں عیسائیت کی کامیابی کے عنوان سے لکھا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں یہاں کے آٹھ ہزار مسلمانوں نے عیسائیت قبول کی ہے۔ اس سے پہلے پاکستان میں ۸۰ ہزار عیسائی تھے لیکن اب ان کی تعداد دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو باسٹھ (۲۸۸۳۶۲) ہے۔ عالمی ادارے کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق پاکستان میں تین سو تئیس (۳۲۳) پادری' سات سو بیاسی (۷۸۲) مرد اور عورتیں بطور مبلغ کام کر رہے ہیں۔ تین سو ستر (۳۷۷) مدرسے ہیں جو تعلیم کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان مدارس میں تریسٹھ ہزار چار سو ساٹھ (۶۳۴۶۰) طلباء تعلیم حاصل کر رہے

ہیں۔ بہتر (۷۲) عیسائی ادارے ہسپتالوں وغیرہ کی صورت میں عیسائیت کے لیے زمین ہموار کر رہے ہیں۔ ستاسی (۸۷) مذہبی مراکز ہیں جہاں عوام کو عیسائی بنایا جاتا ہے۔ صورت حال سمجھنے کے لیے یہ بھی معلوم رہے کہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں پاکستانی علاقوں میں صرف گیارہ ہزار عیسائی تھے جو بالعموم اچھوتوں میں سے نکل کر آئے تھے لیکن اب پراسیکیٹر کی روایت کے مطابق دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو باسٹھ (۲۸۸۳۶۲) افراد نے عیسائیت قبول کر کے اپنی دائمی اور ابدی زندگی تباہ و برباد کر دی ہے۔"

اور اس فتنہ کی حیرت انگیز ترقی سے صرف علماء حق اور اخباری طبقہ ہی پریشان نہیں بلکہ خود حکومت پاکستان کو اس پر کافی تشویش ہے۔ چنانچہ ہمارے محترم وزیر داخلہ مسٹر ذاکر حسین صاحب نے پاکستان کی آبادی کے اعداد و شمار بتاتے ہوئے عیسائیوں کی اس بہتات پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ متعدد دیگر اخبارات کے علاوہ موقر اخبار نوائے وقت (۴ نومبر ۱۹۶۱ء ص ۱ کالم ۳) لکھتا ہے کہ :

"پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد گزشتہ ساٹھ سال میں تئیس گنا ہو گئی ہے۔ وزیر داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ مسیحیوں کی آبادی میں اس حیران کن اضافہ کے اسباب کی تحقیقات کی جائے گی۔"

پاکستان جیسی سب سے بڑی اسلامی مملکت میں جس کی بنیاد اور وجود ہی خالص اسلام کی خاطر عمل میں لایا گیا اور جس کے منصۂ شہود میں لانے کے لیے کم و بیش ۲۴ لاکھ جانوں کی قربانی دی گئی' ہزاروں عورتوں کی عصمتیں خاک میں ملیں' لاکھوں بچے یتیم ہوئے' ہزاروں ماؤں سے ان کے لعل و گوہر مسلوب ہوئے اور ہزاروں عورتیں خاوندوں کی شفقت سے محروم ہوئیں۔ یہ بڑی ہی حیرت واستعجاب کی بات ہے جس پر اگر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں۔ کون سا غیور اور حق گو مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ اپنی اجتماعی اور روحانی زندگی کے تحفظ کی پروا نہ کی جائے اور اپنے ٹھوس اور محکم عقائد' عادلانہ اعمال' بہترین اخلاق اور صحیح نظریات کے خلاف ہر قسم کے فتنہ جویانہ اور مفسدانہ طرز عمل اور ریشہ دوانی کو ہمیشہ برداشت کیا جاتا رہے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمانوں کا بارعب نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور پاکستان جیسی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ھباء منثورا ہو کر رہ جائے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ محض اس لیے کہ مسلمان میں قرآن وحدیث کی زریں تعلیم مفقود' دینی غیرت اور حمیت عنقا' جرات اور حق گوئی ناپید' روحانیت اور دینی حرارت نابود اور اپنے اسلاف کے ایمان افروز کارنامے نگاہوں سے اوجھل ہیں اور وہ ان اوصاف حمیدہ کی

جگہ شرک وبدعت' جہالت وغفلت' تن آسانی اور طمع ولالچ وغیرہ کی مضبوط زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے خالق کائنات نے ان کو آسمان کی بلندی سے زمین کی پستی پر دے مارا ہے۔ سچ ہے ۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلب و نگاہ میں جب تک تغیر واقع نہ ہوگا وہ کبھی اپنے اسلاف کے عمدہ کارناموں' روحانی سربلندیوں اور ایمانی سرفرازیوں سے باریاب نہیں ہو سکیں گے۔ اور ہمیں یہ کہنے میں بالکل باک وتامل نہیں ہے کہ بعض لوگوں کے اسلام سے متنفر ہونے کا سبب خود مسلمانوں اور غیر اسلامی کردار اور شعائر اسلام سے بے پروائی اور غفلت بھی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک وہ دور تھا جس میں مسلمانوں کے اجتماعی ماحول اور ان کی شکلوں اور صورتوں اور ان کے کردار اور گفتار سے متاثر ہو کر لوگ مسلمان ہوتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کے جنازہ میں حسب تصریح علامہ بغدادیؒ اور حافظ ابن حجرؒ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔ (بغدادی ج ۴ ص ۴۲۲ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۷۵) اور حسب تصریح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سولہ لاکھ سے زائد انسان شریک جنازہ ہوئے۔ (نقض المنطق ص ۹ طبع القاہرہ ۱۳۷۱ھ) اور اس جنازہ میں مسلمانوں کے حسن کردار سے متاثر ہو کر جو لوگ مسلمان ہوئے وہ بھی ملاحظہ کر لیں۔

واسلم یومئذ عشرون الفا من الیہود والنصارٰی والمجوس (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۳ و نقض المنطق ص ۹)

"کہ اس دن بیس ہزار یہودی' عیسائی اور مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔"

یہ صرف ایک دن اور ایک جنازہ میں شرکت کی وجہ سے بیس ہزار مسلمان ہوئے تھے مگر افسوس ہے کہ آج اسلام اور اس کی عمدہ خصلتیں صرف کتابوں اور سفینوں کی زینت ہیں اور مسلمان جہالت کا شکار ہو کر غیر اسلامی اخلاق اور خلاف اسلام رسموں اور رواجوں میں کچھ ایسے الجھ کر رہ گئے ہیں کہ غیر تو کیا مسلمان ہوتے' خود اپنے بھی غیروں کی آغوش میں پناہ ڈھونڈھ کر ربقہ اسلام سے گلو خلاصی کے درپے ہے۔ فالی اللہ المشتکی

"اے مسلمان! تو اپنا منصب تو سوچ کہ کیا ہے؟" ۔

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد

خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

مقام حیرت ہے کہ پادری صاحبان کو کلیساؤں اور ہیکلوں، خانقاہوں اور عزلت کدوں میں اپنی اور اپنے پیشواؤں کی سیاہ کاریوں کا دور تو یاد نہیں جس کے تصور سے حیا کی آنکھیں زمین گڑ جاتی ہیں اور ان کو کبھی اپنی مجرمانہ اور رومانی زندگی پر توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوئی اور نہ انہوں نے اس کو معیوب سمجھنے کی طرف نگاہ اٹھائی اور نہ کوشش ہی مبذول کی ہے۔ ہاں مگر ان کو پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی عفت و عصمت اور بے داغ زندگی اور بے عیب اخلاق پر حملہ کرنے کی آئے دن نئی نئی تعبیریں خوب سوجھتی رہتی ہیں۔ بائبل کی تحریف اور تغیر کی طرف ان کی نازک اور فریب خوردہ نگاہ تو کہیں اٹھتی ہی نہیں لیکن قرآن وحدیث میں کمی وبیشی اور حک واضافہ کی بزعم خود کئی ایک خام دلیلیں ان کو تہ زمین یا بالفاظ دیگر نہان خانوں سے ضرور دستیاب ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے اور معاذ اللہ اس میں مصنوعی کیڑے نکالنے کے لیے کئی ایک حربے استعمال کیے ہیں مثلاً" ایک یہ کہ اسلام تو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ مسلمانوں نے جہاد کر کے بجبر لوگوں کو مسلمان بنایا ہے مگر یہ اتنا اور ایسا لچر اعتراض ہے جس کی طرف توجہ کرنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اسلام نہ تو بالجبر پھیلا اور نہ پھیلایا گیا۔ اسلام تو ایک فطری مذہب ہے اور اس کی فطرت، فطرت الٰہی اور قانون قدرت کے بالکل موافق ہے۔ اس کی ذاتی کشش اور جاذبیت ہی لوگوں کے دلوں کو اپیل کرتی ہے اور ان کے قلوب و اذہان میں اثر کرتی رہی ہے۔ اسلام کی راہ وہ معتدل اور فطری راہ ہے جو درستی نظام و آئین اور حصول طمانیت و عافیت کے لیے سب سے بہتر کفیل اور ضامن ہے۔ اگر اس کو کسی منصف مزاج نے قبول کیا ہے تو محض اس کی ذاتی خوبی اور دلربا کشش کی وجہ سے قبول کیا ہے نہ یہ کہ زور اور جبر سے اسے قبول کیا ہے۔ کیونکہ وہ سراسر رحمت ہے۔ ؎

ترا آنا زمانے کے لیے رحمت کا باعث ہے
جو کافر اس کا منکر ہے بہت نادان ہے ساقی

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

بنی اسرائیل کی غلامی اور پھر آزادی کی تاریخ تقریباً چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اقتدار حاصل تھا تو بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) یا اسی (۸۰) افراد مصر میں داخل ہوئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس سرزمین میں قبطی قوم آباد تھی اور یوسف علیہ السلام کے بعد اسی قوم کے بادشاہ حکمران رہے۔ اس قوم کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک بتیسواں فرعون مسند سلطنت پر متمکن تھا۔ اکثریت کی بنا پر قبطی قوم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور وہ ان سے طرح طرح کی بیگار لیتے' ان کو حقیر جانتے اور ان پر مظالم ڈھاتے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرعون کو دعوت توحید دی اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر احسان جتلاتے ہوئے یاد دلایا کہ میں نے تمہاری بچپن میں پرورش کی اور تم سالہا سال تک ہمارے ہاں مقیم رہے اور پھر جب تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تو پھر بھی ہم نے تجھ سے بدلہ نہ لیا اور اب تم ہمیں توحید کی دعوت دینے آئے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو ایک شخص کو غلطی سے قتل کیا تھا حالانکہ میرا ارادہ قطعاً" قتل کا نہ تھا۔ اس کے برخلاف کیا تیرا مجھ پر یہی احسان ہے ان عبدت بنی اسرائیل (الشعراء ۲۲) کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے؟ بہرحال فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا اور بنی اسرائیل کو برابر غلامی کی بیڑیوں میں جکڑے رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے نتیجے میں فرعونیوں کے مظالم مزید بڑھ گئے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں فرعون سے نجات کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ جب آپ قوم کے ہمراہ بحر قلزم پر پہنچے تو اللہ نے وہاں بھی مدد فرمائی اور سمندر کے بیچوں بیچ خشک راستے بنا دیے جن پر چل کر انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل ان خشک راستوں سے سمندر عبور کر گئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے گھوڑے انہی راستوں پر ڈال دیے مگر جب سمندر کے درمیان میں پہنچے تو اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی مل گیا اور تیرہ لاکھ کا فرعونی لشکر غرق ہو گیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تک پہنچ چکی تھی اور وہ سارے کے سارے مصر سے نکل کر صحرائے سینا میں چلے گئے۔

غلامی بجائے خود ایک لعنت ہے۔ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے آزاد اور غلام کا تقابل فرمایا کہ یہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں جبکہ آزاد آدمی اپنی ہر چیز کا مالک اور متصرف ہوتا ہے اور عبدا مملوکا لا یقدر علی شی ء (آیت ۷۵) غلام آدمی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ غلامی خواہ شخصی ہو یا اجتماعی' غیر فطری چیز ہے۔ اس سے انسان کی فطرت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ غلام کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے آقا کا تابع ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس کا کوئی ضمیر بھی نہیں ہوتا۔

شخصی غلامی کا رواج قدیم زمانے سے چلا آ رہا تھا اور نزول قرآن کے زمانے میں یہ دنیا کے ہر خطے میں پایا جاتا تھا۔ یہ رواج تو اب پوری دنیا سے ختم ہو چکا ہے مگر اجتماعی غلامی یعنی سیاسی' ذہنی' اقتصادی اور تہذیبی غلامی آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ تمام ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ ممالک کے کسی نہ کسی صورت میں غلام ہیں۔ سیاسی غلامی یہ ہے کہ پس ماندہ ممالک کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے بلکہ انہیں کسی سپر طاقت کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک نے پس ماندہ ممالک کو اقتصادی غلامی بری طرح جکڑ کر رکھا ہے جس سے وہ چاہنے کے باوجود نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے۔ سرمایہ دار ممالک ایڈ کے نام پر قرضے دیتے ہیں اور پھر غریب ممالک کو اس جال میں بری طرح جکڑ لیتے ہیں۔ اس نام نہاد امداد کی بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ امدادی رقم سے امداد دہندہ ملک سے مال خریدنا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے مشیر بھی امداد وصول کنندہ ملک میں بھیج دیتا ہے۔ اس طرح یہ ممالک کچھ فائدہ تو اس تجارتی لین دین میں اٹھا لیتے ہیں اور کچھ رقم مشیروں کی تنخواہوں اور مراعات کی شکل میں واپس لے لیتے ہیں۔ اور غریب ملک بیچارہ قرضے اور اس پر سود کی ادائیگی کے جال میں پھنس جاتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ قرضے پر ادا کیے جانے والے سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضہ لینا پڑتا ہے اور اس طرح غریب ممالک اقتصادی طور پر غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔

جب قرض دہندہ ملک سے مشیر آتے ہیں تو وہ اپنی تہذیب اور ثقافت بھی ساتھ لاتے ہیں۔ اسی طرح جن غریب ممالک سے لوگ اعلیٰ تعلیمی وظائف پر دیگر ممالک میں جاتے ہیں' وہ بھی انہیں کی تہذیب میں رنگے جاتے ہیں اور انہی کا ذہن لے کر واپس آتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی پھر مقامی لوگ بھی وہی تہذیب اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی میں عزت جانتے ہیں۔ اس طرح غریب ممالک اقتصادی غلامی کے ساتھ ساتھ ذہنی اور تہذیبی غلامی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی تہذیب و ثقافت حتیٰ کہ اپنی زبان کو بھی حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور ہر کام میں ترقی یافتہ ممالک کی نقالی میں ہی عزت خیال کرتے ہیں۔ ہمارا ملک بھی ایسی ہی سیاسی' اقتصادی' ذہنی

اور تہذیبی غلامی کا شکار ہے۔ اس کی ہر سکیم باہر سے بن کر آتی ہے' اس پر عمل درآمد کے لیے مشیر آتے ہیں' سود پر قرضہ حاصل کیا جاتا ہے اور آج حالت یہ ہے کہ پاکستان اربوں ڈالر کا مقروض ہے۔ ان قرضوں پر صرف سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لینے پڑتے ہیں اور اس طرح ہم ایسے گورکھ دھندے میں پھنس چکے ہیں جس سے نکلنا محال نظر آتا ہے۔

انگریز ویسے بھی مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے برصغیر میں مسلمانوں کو مغلوب کر کے حکومت حاصل کی' لہٰذا وہ ان سے ہمیشہ خائف رہتا تھا اور انہیں ہر صورت میں دبائے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز کو مسلمانوں کو کچلنے کا ایک اور بہانہ ہاتھ آ گیا چنانچہ اس نے تمام سرکردہ علماء اور سیاستدانوں کو قتل کروا دیا۔ بعض کو جزائر انڈیمان میں قید کر دیا۔ بعض کی جائیدادیں چھین لیں اور ان کو طرح طرح کے مظالم کا شکار بنایا۔ انگریز جانتے تھے کہ اگر برصغیر کے لوگ آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو افریقی ممالک بھی ان کا تسلط زیادہ دیر تک برداشت نہیں کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جنگ عظیم دوئم کے نتیجے میں جب انگریزوں کو یہاں سے جانا پڑا تو افریقی ممالک کو بھی ہوش آیا اس طرح بہت سے افریقی ممالک نے بھی آزادی حاصل کر لی اور بعض اب تک اسی چکر میں پھنسے ہوئے ہیں غرضیکہ پس ماندہ ممالک کسی نہ کسی طرح امریکہ' برطانیہ' فرانس' جرمنی' روس یا چین کے غلام ہیں اور بقول علامہ اقبالؒ "غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر" ترقی پذیر ممالک بے ضمیر ہو چکے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک کے رحم و کرم پر ہیں۔

غلامی کی ایک صورت فرقہ واریت بھی ہوتی ہے۔ زبردست قوم زیردست قوم میں فرقہ پرستی اور گروہ بندی کو ہوا دیتی اور پھر ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ساتھ لڑا دیتی ہے۔ دو متحارب فریق اپنے آقا کے محتاج بن جاتے ہیں اور اس طرح وہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کا فارمولا کامیابی کے ساتھ آزماتے رہتے ہیں۔ ہم مسلمان آٹھ سو سال سے ان مصائب میں مبتلا چلے آ رہے ہیں۔ تاتاریوں کے زمانے سے ہمارے قدم ڈگمگائے جو آج تک نہیں سنبھل سکے۔ ترکی نے چار سو سال تک خلافت کا دفاع کیا مگر بالآخر مغلوب ہو گئے حتیٰ کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے شعائر "خلافت" کا نام تک مٹا دیا۔ اب دنیا میں مسلمانوں کی کم و بیش پچاس ریاستیں ہیں مگر وہ اس قدر بے بس ہیں کہ کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتا' گویا کہ مسلمانوں کی اجتماعی بالکل ہی ختم ہو چکی ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ جس قوم کا اپنا فلسفہ نہیں ہوتا' وہ دوسرے کے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں اپنا ذہن' اپنا فلسفہ اور اپنی سوچ پیدا نہیں ہوگی' یہ دوسروں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے۔

جناب اسرار عالم

بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار

صوبہ بہار (انڈیا) کے امیر شریعت حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی مدظلہ العالی دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ ان کی زیر قیادت "مجمع الفقہ الاسلامی" (اسلامک فقہ اکیڈمی) سالہا سال سے ملت اسلامیہ کی علمی وفکری راہ نمائی میں مصروف ہے جس کے تحت جدید مسائل پر مفتیان کرام اور متعلقہ شعبوں کے ماہرین کے مشترکہ اجتماعات اور مباحثوں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ دینی مدارس میں مختلف موضوعات پر محاضرات اور تربیتی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ انہی محاضرات میں سے "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریق کار" کے عنوان سے ممتاز دانش ور جناب اسرار عالم کا گراں قدر مقالہ "اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی" کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مقالہ کے تمام مندرجات کے ساتھ اتفاق ضروری نہیں ہے تاہم اس سے بین الاقوامی ایجنسیوں کے طریق واردات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے اور اسی نقطہ نظر سے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

محترم حضرات!

موضوع زیر بحث ہے "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار"۔ موضوع نازک اور پیچیدہ ہی نہیں بلکہ ہمہ جہت بھی ہے۔ اس لیے مجھے بخوبی احساس ہے کہ بعض مقامات پر ترسیل اور ابلاغ کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ پیچیدہ امور کو آسان ترین لب ولہجہ میں آپ سے بیان کروں، لیکن آپ بھی یہ تسلیم کرتے ہوئے میری بات سنیں کہ تمام ضروری امور کا احاطہ، جیسا کہ ہونا چاہیے، شاید ممکن نہیں۔

اقوام عالم میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے دشمنی اور عداوت کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ اول دائمی اور دوم وقتی۔

دنیا میں کسی گروہ یا قوم کو اسلام یا مسلمانوں سے ممکن ہے کہ وقتی طور پر کوئی تکلیف پہنچ جائے یا شکایت ہو جائے اور یہ جذبہ عناد اور عداوت کی شکل اختیار کر لے۔ ایسی دشمنی وقتی ہوا کرتی ہے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس ایک دوسری صورتحال ہے جس کا تعلق حیات ارضی اور تاریخ انسانی میں قوموں کی تقدیر سے ہے۔ تاریخ کی صورت اور دشمنی کی یہ روداد مستقل اور خط مستقیم میں رواں ہوتی ہے۔ ایسی عداوت کے اسباب دائمی ہوتے ہیں اور قوموں کی تاریخ کے ساتھ ہی ختم ہوتے ہیں۔

وقتی دشمنی اگر داؤں کے مانند ہے تو دائمی دشمنی خط مستقیم کی طرح ہے۔

اسلام اور مسلمانوں سے وقتی دشمنی تو کسی بھی قوم یا گروہ کو ہو سکتی ہے۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی صرف دو قوموں میں پائی جاتی ہے۔ تاریخ کا یہ تجزیہ خود قرآن نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنو الیھود والذین اشرکوا (المائدہ ۸۲)

ترجمہ "تمام انسانوں سے زیادہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے، عداوت رکھنے والے آپ یہود اور ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے شرک کیا"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو قومیں دنیا میں ایسی ہیں جنہیں اہل ایمان سے سخت عداوت ہوگی۔ یہ دو قومیں ہیں یہود اور وہ لوگ جنہیں قرآن نے الذین اشرکوا کہا ہے۔

وقتی عداوت وقتی کشمکش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کبھی وقتی دشمنی کا سبب وقتی محرومی ہوتی ہے لیکن دائمی دشمنی دراصل کسی دائمی محرومی کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی قوم کو اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس قوم کے افراد کے دل میں دائمی محرومی کا کوئی احساس جاگزیں ہے۔

اس جگہ چند آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات اس کے سیاق و سباق اور مالہ وماعلیہ سے واقف ہیں لہٰذا اس سلسلے میں کوئی تفصیل مقصود نہیں۔ میرا مدعا تو بس یہ ہے کہ وہ باتیں جو آئندہ آئیں گی، ان پر غور کرتے ہوئے ان آیات واحادیث کو بھی مد نظر رکھیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا شبرا ذراعا ذراعا حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاری قال فمن (بخاری' باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

اس حدیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمان یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے کے فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

دوسری حدیث مسند احمد کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ امتی المال (مسند احمد ص ۱۶۰)

اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عہد رسالت کے بعد قیامت تک امت مال کے فتنے میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا الیھود حتی یقول الحجر ورائہ الیھودی یا مسلم ھذا یھودی ورائی فاقتلہ (بخاری کتاب الجہاد)

مذکورہ تینوں احادیث سے اہل ایمان اور یہود کے مابین صورتحال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہود کی روش' ان کے پیدا کردہ فتنوں اور ان سے امت مسلمہ کی آخری جنگ کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ المائدہ آیت ۸۲ میں مذکور الذین اشرکوا اگرچہ عام اور خاص' محدود وغیر محدود دونوں ہی معنی میں لیے گئے ہیں لیکن تمام دلائل وقرائن پر غور کرنے سے یہ اصطلاح ہنود کے لیے اسی طرح خاص معلوم ہوتی ہے جس طرح یہود کے لیے اسی آیت میں مذکور لفظ "الیہود"

یہاں چونکہ اس کا موقع نہیں کہ دلائل وقرائن بیان کیے جائیں لہٰذا ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف تین باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو موجودہ صورتحال اور مسائل کے سمجھنے میں معاون ہو سکتی ہیں۔

(۱) یہود وہنود اصلاً "نسلی تفوق کے نظریے پر قائم ہیں۔

(۲) دونوں کی اسلام اور مسلمانوں سے کشمکش وقتی ہونے کے بجائے دائمی نوعیت کی ہے۔

(۳) گزشتہ تین سو سالوں سے دونوں کے مابین مقامی اور عالمی ہر دو سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تخالف ہے بلکہ ہنود کی علمی و فکری نشاۃ ثانیہ جو ہندوستانہ میں برطانوی تسلط کے زمانے میں ہوئی، دراصل یہود مستشرقین کی مرہون منت ہے۔

اس سلسلے میں آنحضور ﷺ کی دو احادیث نہایت درجہ قابل غور ہیں۔ دونوں ہی حدیثیں سند کے اعتبار سے جید ہیں۔

پہلی حدیث امام نسائی نے سنن میں غزوۃ الہند کے عنوان کے تحت اور دوسری امام طبرانی نے حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی ابن مریم علیھما السلام

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی فان اقتل کنت افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ھریرۃ المحرر (سنن نسائی ومسند احمد)

ان دونوں حدیثوں سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ

(۱) اسلام اور مسلمانوں کا ہند اور یہاں کے اقوام وحالات سے ایک غیر معمولی تعلق ہے۔

(۲) یہ تعلق اس درجہ غیر معمولی ہے کہ اس کی خبر آنحضور ﷺ نے دی۔

(۳) پہلی حدیث سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً" وقت، حالات اور طریقہ کار کے اعتبار سے معرکہ عیسیٰ بن مریمؑ یعنی معرکہ دجال اور معرکہ ہند میں مشابہت، مماثلت اور تقرب زمانی ہے۔

مجموعی اعتبار سے مذکورہ تمام احادیث اس عداوت اور کشمکش کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو دائمی ہے۔

دنیا میں یوں تو سینکڑوں قومیں آباد ہیں لیکن ان میں تین ایسی ہیں جن نے مزاج میں ایک مخصوص بات پائی جاتی ہے۔ ماہر سلیات کی اصطلاح میں اس مزاج کا نام انسولر Insular ہے۔ انسولر Insular مزاج سے کسی قوم کی وہ خصوصیت مراد ہے جس کی بنیاد خالصتاً" خون، ہڈی اور نسل پر ہے۔ اور جس کا رخ اپنے اندرون کی طرف ہوتا ہے اور ہر معاملے میں وہ قوم نسلی اور خونی اعتبار سے دیگر قوموں سے خود کو ممیز رکھتی ہے۔ غالب، ہم

رتبہ اور مغلوب ہر صورت میں اور ہر حالت میں یہ عصبیت برقرار رہتی ہے۔

دنیا کی وہ تین قابل ذکر انسولر قومیں درج ذیل ہیں: (۱) یہود (۲) ہنود (۳) پارسی یعنی زردشتی۔

تیسری قوم یعنی پارسی یا زردشتی قلت تعداد کے سبب تاریخ عالم میں اب تقریباً غیر موثر ہے۔ اس اعتبار سے دنیا میں دو ہی قومیں باقی رہتی ہیں (۱) یہود اور (۲) ہنود یعنی برہمن۔

برہمن ہی دراصل بنیادی طور پر ہندو ہیں۔ باقی دیگر قومیں خواہ وہ خود کو ہندو ورن کا حصہ ہی کیوں نہ سمجھتی ہوں یا جتائی جاتی ہوں' اس کی آلہ کار ہیں یا غلام۔ مذکورہ حدیث میں اہل ہند سے مراد برہمن ہی ہیں اور دیانت ہندو سے مراد دیانت برہمن ہے۔

یہ دونوں قومیں نسلی تفوق کی بنیاد پر قائم ہیں۔ کوئی اشودر' ویشیہ یا چھتری خواہ کتنا ہی کھرا ہندو ہو جائے' وہ نہ برہمن ہو سکتا ہے نہ برہمن کی مذہبی مراعات پا سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی غیر ہندو اگر ہندو مذہب قبول کر لے تو وہ ممکن ہے چھتری' ویشیہ یا شودر میں سے کسی طبقے میں شامل کر لیا جائے لیکن وہ برہمن نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دیانت ہنود کی بنیاد عقیدہ نہیں بلکہ نسل ہے۔

اس طرح دیانت یہود کی بنیاد نسل ہے۔ یہود کسی کو یہودی نہیں بناتے۔ اگر کوئی یہودیت قبول بھی کر لے تو یہودی نہیں بن سکتا۔ ہاں اصلی یہودی کوئی نام دے کر انہیں اپنا آلہ کار ضرور بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے بہت سی قوموں کے افراد کو یہودی قرار دے کر اسرائیل میں آباد کیا ہے۔ خود اس انکشاف کے سلسلے میں جو یہودی سارے عالم میں اپنے گمشدہ قبیلوں کے لیے کر رہے ہیں' ان کی تحقیق کی بنیاد کسی قوم کی نسلی مشابہت ہے۔

مثلاً سوڈان کی ایک قوم کو انہوں نے یہودی قرار دیا اور انہیں فلاشا Falasha کا نام دے کر لاکھوں کی تعداد میں اسرائیل میں آباد کر رہے ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل شمال مشرقی ہندوستان کے صوبے میزورم میں بعض قبیلوں کو انہوں نے یہودی قرار دیا ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ انہیں اسرائیل منتقل کیا جائے۔ شاید یہ ان کی ایک ضرورت بھی ہو اس لیے کہ اسرائیل کی حفاظت کے لیے جان کی قربانی کی ضرورت ہے اور یہودی موت سے گھبراتے ہیں۔ اس صدی میں فلسطین میں آباد ہونے والے یہودیوں کی ابتدائی آبادی دو طرح کے یہودیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) سفرڈم Sepherdim

(۲) اش کے نازم Ashkenazim

یہ دونوں اگرچہ موجودہ یہودیوں کی اشراف آبادی ہے لیکن اش کے نازم وہ اصل یہودی ہیں جو اسرائیل کے مالک ہیں۔

یہاں ایک اور حدیث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس کا ذکر علامہ محمد طاہر بن علی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کیا ہے اور علامہ حسین بن محمد صغانی لاہوری نے اسے موضوع قرار دیا ہے لیکن دو ایسی باتیں اور سوال ہیں جن کے سبب اس حدیث کے غث یا سمین ہونے کے سلسلے میں ازسرنو غور و فکر کی ضرورت ہے۔ پہلی بات یہ کہ

(۱) یہ حدیث آٹھویں صدی ہجری سے قبل مشہور چلی آتی ہے۔ اس زمانے میں اس حدیث کے گھڑنے کی ضرورت (اگر یہ فی الواقع گھڑی ہوئی ہے) کیوں پیش آئی؟ اس کے پیچھے کیا عوامل ہو سکتے ہیں؟ کیا اس حدیث کے مفہوم کی تصدیق کرتی ہوئی کوئی اور حدیث بھی مروی ہے جو مضبوط ہو؟ درایت کے اعتبار سے اس کا کیا مقام ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے محض اس بنا پر موضوع قرار دیا گیا ہے کہ اس کا راوی کذاب یا مجہول تھا؟

(۲) ایک حدیث جو آٹھویں صدی ہجری سے قبل مشہور ہو' اس میں یہود وہنود کی یکجا روایت اور ان میں تقریب مزاج وطبع کی تحقیق کیا معنی رکھتی ہے؟ آج دونوں کے یکجا بیان کے کچھ خارجی عوامل ہیں۔ کل وہ عوامل بظاہر مفقود نظر آتے ہیں۔ اور پھر اس وقت مسلمانوں کی قوت قاہرہ کے سامنے ایسی حدیثوں کے گھڑنے کی وجہ اور بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ یہود وہنود میں سے کسی کی گھڑی ہوئی ہے تو یہ خود دلیل محکم ہو جائے گی۔ حدیث درج ذیل ہے:

اتقوا الیھود والھنود ولو بسبعین بطنا

خود اس حدیث میں چند ایسے داخلی شواہد موجود ہیں جو ازسرنو غور کرنے کی طرف لے جاتے ہیں۔

چنانچہ دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو دائمی طور پر انہی دو قوموں سے سابقہ پیش آ سکتا ہے۔

ہرچند کہ عیسائی بھی مسلمانوں کے دشمن رہے' ان سے عہد خلافت راشدہ سے لے کر بہت بعد کے دنوں تک معرکہ آرائی رہی لیکن بایں ہمہ متعدد وجوہات کی بنا پر ان کی عداوت اگر وقتی قرار نہیں دی جا سکتی تو دائمی بھی قرار نہیں دی جا سکتی۔ اس کے درج ذیل

اسباب ہیں :

(۱) اصل عیسائیوں کی عداوت مسلمانوں سے نظام عالم کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ ۱۴۵۳ عیسوی تک تسلیم کی جا سکتی ہے۔ مشرقی رومی سلطنت یا بازنطینی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ اصل عیسائی سواد اعظم کی قوت جاتی رہی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ اسی کی خبر معلوم ہوتی ہے۔

(۲) جامع مسلم میں نافع بن عقبہ کی روایت سے عہد نبوی سے لے کر قیامت تک کی مدت خارجی تضادات کے اعتبار سے تین مرحلوں یا زیادہ سے زیادہ چار مرحلوں میں تقسیم کی گئی ہے یعنی غزوہ جزیرۃ العرب، پھر فارس، پھر غزوہ روم اور پھر غزوہ دجال۔ اس اعتبار سے ۱۴۵۳ کے بعد رومیوں سے کسی آویزش کی تاریخ نہیں۔ گویا ۱۴۵۳ کے بعد وہ عہد شروع ہوتا ہے جس کا خاتمہ غزوہ دجال کی صورت میں ہوگا۔

(۳) ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال اور مسند احمد میں مرویات ابو ہریرہؓ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصلی عیسائی بالآخر ایمان لے آئیں گے۔

(۴) اصلی عیسائیوں سے مراد یہودیوں کے خانہ زاد عیسائی، یہودی عیسائی اور عیسائی یہودی کے علاوہ عیسائی ہیں۔ یہودی عیسائی تو وہ ہیں جو علانیہ صیہونی عیسائی کہلاتے ہیں۔ عیسائی یہودی وہ یہودی ہیں جو بباطن یہودی ہیں اور بظاہر اپنے مشن کی تکمیل کے لیے عیسائی ہو گئے ہیں۔ اور خانہ زاد عیسائی وہ عیسائی ہیں جو یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں اصل عیسائیت سے برگشتہ ہو کر الگ ہو گئے۔ معاصر عہد میں دنیا کی نصف عیسائی آبادی انہیں خانہ زاد عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ ۱۴۵۳ کے بعد عیسائیت کی بنیادی تاریخ دراصل انہیں خانہ زاد عیسائیوں، یہودی عیسائیوں اور عیسائی یہودیوں کی تاریخ ہے۔

(۵) جہاں تک ۱۰۹۹ عیسوی سے ۱۲۷۲ عیسوی تک صلیبی جنگوں کی بات ہے تو یہ واضح رہے کہ ہرچند اس جنگ میں پوری عیسائی دنیا نے حصہ لیا لیکن دراصل وہ اس یہودی سازش کا نتیجہ تھی جس کے تحت یہودیوں نے اپنے دشمن عیسائیوں کو مسلمانوں سے بر سر پیکار رکھا۔ بالآخر عیسائی دنیا عالم اسلام سے ٹکرا کر نہ صرف پاش پاش ہو گئی بلکہ یوروپ کی تمام عیسائی مملکتیں جو جنگ میں شامل تھیں، بشمول پاپائے روم یہودیوں کی مقروض ہو گئیں اور یہودی درپردہ یوروپ پر قبضہ کرنے اور عیسائیت کو پاش پاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اب ذیل میں یہودیوں کی اس پیچیدہ اور گہری سازش کا ذکر کرنا چاہوں گا جو وہ گزشتہ چھ سو سالوں سے کرتے رہے ہیں اور جس کے نتیجے میں انہوں نے سارے نظام عالم کو درہم

برہم کر کے رکھ دیا ہے۔

دنیا میں یہودیت کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلہ کار تنظیمیں بے شمار ہیں جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ ان تمام تنظیموں کی اعلیٰ ترین باڈی کا نام آسانی کے لیے ہم تجویز کرتے ہیں تا کہ آئندہ اسی کا حوالہ دیا جا سکے۔ یہودی سازش پر غور کرنے والے ماہرین نے یہ نام تجویز کیا ہے۔ یہودیوں کی اعلیٰ تین تنظیم کا نام ہے زنجری ZinJry جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت Zionist International Jewry کا مخفف ہے۔ دنیا میں کام کرنے والی لاکھوں تنظیمیں بنیادی طور پر اسی اعلیٰ ترین باڈی کے تحت کام کرتی ہیں۔

یہودیوں کے دو ہی دشمن تھے، عیسائی اور مسلمان۔ ہرچند کہ یہودی ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کی بیخ کنی میں پیش پیش رہے لیکن مسلمانوں نے عفو ودرگزر سے کام لیا جبکہ عیسائیوں کے ہاتھوں انہیں قرون وسطیٰ میں اپنی حرکتوں کے سبب سخت اذیت جھیلنی پڑی۔ یوروپ میں نشاۃ ثانیہ دراصل یہودی سازش کی کامیابی کی شروعات اور غلبہ کی تمہید ہے۔ نشاۃ ثانیہ کے بعد یہودیوں نے سازش کا جال بچھا کر عیسائیوں کے اتحاد اور عظیم مقدس روی سلطنت Holy Raman Empire کو پاش پاش کر دیا۔ انہوں نے عیسائیوں کے عقائد اور ان کی فکر میں ایسا فساد برپا کر دیا کہ وہ باہم دست وگریباں ہو گئے۔ بلا مبالغہ کروڑوں عیسائیوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ عیسائی دنیا پہلے دو حصوں میں پھر کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہودیوں نے علانیہ اور خفیہ سازشوں سے عیسائیوں کی نصف آبادی کو اپنا حلیف اور آلہ کار بنا لیا۔ اور اپنے دشمنوں مثلاً رومن کیتھولک چرچ اور آرتھوڈوکس چرچ Roman Catholic & Orthodox Church کی زندگی اجیرن کر دی۔ اب یہ حال ہے کہ آدھی عیسائی دنیا یہودیوں کی عمیل ہے اور اس کے اشاروں پر چلتی ہے لیکن ان کے عمیلوں میں ایک طبقہ بطور خاص ذکر کے قابل ہے اور وہ ہیں پروٹسٹنٹ۔ یہ دراصل وہ عیسائی ہیں جو مغربی عیسائیت سے جسے لاطینی عیسائیت بھی کہا جاتا ہے، ٹوٹ کر الگ ہو گئے۔ اب خود ان میں کئی طبقے وجود میں آ گئے ہیں جن میں خاص مورلویہ Moravians، لوتھریہ Lutherians، کالونیہ Calvinists اور اس کی شاخ پر بسبائی ٹیرین Presbyterians اور اہم ترین چرچ آف انگلینڈ اور اس کی شاخیں بپٹسٹ Baptist، کانگری گیشنلسٹ Congregationalists، میتھوڈسٹ Methodist، ایونجیلیکل Evangelicals، موڈرنسٹ Mosernests اور اینگلو کیتھولکس Anglo-Catholics ہیں۔

Holy See جو عالمگیر رومن کیتھولک عیسائیوں کی سلطنت ہے' گزشتہ پانچ سالوں سے یہودیوں کے سبب شکست وریخت کا شکار رہی ہے اور اب بھی تحت دباؤ میں ہے۔ رومن کیتھولک عیسائی کس قدر دباؤ میں ہیں' اس کا اندازہ صرف دو مثالوں سے ہو جائے گا۔

(۱) بملہ عیسائی دنیا اور بطور خاص قدیم عیسائی دنیا کا متفقہ عقیدہ یہودیوں کے سلسلے میں خدا کی قاتل قوم Diecide Nation کا تھا لہٰذا یہودیوں پر لعنت بھیجنا ان کی عبادت کا اہم ترین جز تھا۔ موجودہ عہد میں اس عقیدہ کا اصل علمبردار رومن کیتھولک چرچ ہے لیکن و-یٹیکن ثانی کے حکم نامے Nostra Eetate مجریہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء اور Gentes Divinitus مجریہ ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کے تحت اس بنیادی عقیدے کو ختم کر دیا گیا چنانچہ جمعہ حزنیہ یا عید فصح Godd Friday کو وہ مخصوص اور اہم ترین عبادت جو ۱۹ صدیوں سے عیسائیت کے لوازم میں سے تھی جس میں یہودیوں پر لعنت علانیہ طور پر بھیجی جاتی تھی' ترک کر دی گئی۔

(۲) امریکہ جو دنیا کے تمام یہودیوں کی اصل آماجگاہ ہے' کے انتخاب میں کسی طرح ایک شخص جو رومن کیتھولک تھا' صدر کے عہدے تک پہنچ گیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ شخص جان ایف کینڈی تھا جو امریکہ کی تاریخ کا پہلا رومن کیتھولک شخص تھا جو اس قدر اعلیٰ عہدے تک پہنچا۔

دنیا کے ہر گوشے میں پھیلی لاکھوں یہودی تنظیموں کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں۔ تاہم ان کی ایک ایسی درجہ بندی کی جاتی ہے جس سے غور وفکر کرنے والوں کے لیے آسانی ہو جائے۔

عالمی یہودی تنظیم زنجری Zinjry کے تحت کام کرنے والی تحریکوں اور تنظیموں کی تقسیم:

ہیئت کے اعتبار سے ان کی کم از کم دس اہم قسمیں ہیں:

(۱) فکری Ideoligical	(۲) سیاسی Political
(۳) انتظامی Administrative	(۴) معاشرتی Social
(۵) علمی Intellectual	(۶) سائنسی Scientific
(۷) ثقافتی Cultural	(۸) مذہبی Religious
(۹) تدبیری Strategic	(۱۰) ترسیلی Logistic

(۲) کارکردگی کے اعتبار سے ان کی کم از کم چار قسمیں ہیں

(۱) ایجابی Positive (۲) منفی Negative

(۳) اقدامی Active (۴) سلبی Passive

(۳) تقسیم کار کے اعتبار سے ان کی کم از کم دو قسمیں ہیں

(۱) ابلاغی Disseminating (۲) مراقبہ Monitoring

(۴) ذرائع اور وسائل کے اعتبار سے ان کی کم از کم آٹھ قسمیں ہیں

(۱) خفیہ اقدامی Secret Avtive (۲) خفیہ سلبی Secret Passive

(۳) غیر متعلق Unattached (۴) بلا واسطہ Direct

(۵) بالواسطہ Indirect (۶) خود رو Spontaneous

(۷) اضطراری Critical (۸) خود کار Self Growing

(۵) تعلقات کے اعتبار سے ان کی کم از کم دو قسمیں ہیں

(۱) متحرک Alive (۲) متروک Discarded (Abandoned)

ان تمام کا تفصیلی تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے جو سردست ممکن نہیں۔ تاہم مشتے از خروارے چند ایسی تنظیموں، تحریکوں اور اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو یا تو براہ راست یہودیوں پر مشتمل ہیں یا جن کے تعلقات یہودیوں سے ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں یا جن پر یہودیوں کا اثر ہے۔ اس وقت یہ تمام تحریکیں، تنظیمیں اور ادارے بنیادی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل بلکہ برسرپیکار ہیں۔

(ا) براہ راست یہودی تنظیمیں

(۱) انٹرنیشنل جیوش کانگرس International Jewish Congress

(۲) انٹرنیشنل زیوانسٹ لیگ International Zionist League

(۳) بیری حہ تحریک Berihah Movement

(۴) بینائی موشے Benei Mosha

(۵) ہاپویل ہامزراچی Ha-Poel ha Mizrachi

(۶) ہاشو میرہازائر Ha-Shomer ha Zair

(۷) ہانوار ہازیونی Ha-Noar ha-Ziyyoni

(۸) آگودت اسرائیل Agudat Israel

(۹) بیطار Betal

(۱۰) بیلو	Bilu
(۱۱) بنڈ	Bund
(۱۲) ڈورشے ای زیوان	Dorshei Zion
(۱۳) ازرت احیم	Azrat Ahim
(۱۴) ہبونم	Habonem
(۱۵) ہدسہ	Hadassha
(۱۶) ہگانا	Hagana
(۱۷) ہخشراہ	Hakhsharah
(۱۸) ہسی وزم	Hasidism
(۱۹) ہسکلاہ	Haskalah
(۲۰) حیدر متیکن	Heder Metukkam
(۲۱) ہے حالوز	He-Halutz
(۲۲) ہیروت	Herut
(۲۳) حووے وائی زیوان	Hoveveii Zion
(۲۴) ہلفسویرین ڈر ڈیوٹسچن جوڈین	Helfsverein der Deutschen Judden
(۲۵) ہستدروت	Histadrut
(۲۶) ارگن زیوائی لی امی	Irgun Zevai LeUmmit
(۲۷) جیوش ایجنسی (ورلڈز ایونسٹ آرگنائزیشن)	Jewish Agency World Zionist Organisaion
(۲۸) جیوش کلونیل ٹرسٹ	Jewish Colonial Trust
(۲۹) جیوش لیجن	Jewish Legion
(۳۰) جیوش نیشنل فنڈ	Jewish National Fund
(۳۱) کدیمہ	Kadimah
(۳۲) کینسیت اسرائیل	Keneset Israel
(۳۳) لوحامی حیروت اسرائیل	Lohamei Herut Israel
(۳۴) مکابی	Macabi

(۳۵) محل	Mahal
(۳۶) ماپام	Mapam
(۳۷) مزراچی	Migrachi
(۳۸) نیوز ایونسٹ آرگنائزیشن	New Zionist Organisation
(۳۹) پائینئر ویمن	Pioneer Women
(۴۰) پوالائی زایون	Po-alei Zion
(۴۱) شالیہ (جمع شیلیہم)	Shaliah Plu-Shelihim
(۴۲) واولی امی	Waad Le Ummi
(۴۳) ویمنز زایونسٹ آرگنائزیشن	(Womens Zionist Organisation)
WIZO	
(۴۴) ینگ جوڈیہ	Young Judea
(۴۵) یوتھ عالیہ	Youth Aliyah
(۴۶) زآئی رائی زایون	Zeirei Zion
(۴۷) زیونی زایون	Ziyyoni Zion
(۲) اینگلیکن چرچ آف انگلینڈ	Anglican Church of England
(۳) انٹرنیشنل کمیونسٹ کانگریس	International Communist Congress

(۴) اقوام متحدہ (یو این او) United Nations Organisations (UNO)

(۵) سلامتی کونسل	Security Council
(۶) انٹرنیشنل منی مارکیٹ	International Money Market
(۷) انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج	International Stock Exchange
(۸) عالمی مالیاتی فنڈ	IMF) International Monetary Fund
(۹) عالمی بینک	World Bankd

(انٹرنیشنل بینک آف ری کنسٹرکشن اینڈ ڈیولپ منٹ)

or International Band of Reconstructions & Development

(۱۰) پین	P.E.N. or International Asociation of Poets Playwriter Editors Essayist & Novelistes
(۱۱) انٹرنیشنل فری میسنری	International Preemasonary

(۱۲) انٹرنیشنل ریڈ کراس	International Redcross
(۱۳) آکس فیم	OXFAM
(۱۴) ایمنسٹی انٹرنیشنل	Amnesty International
(۱۵) انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی	International Olympic Committee
(۱۶) بینک آف سیکریسی کنٹریز	Bank Based on Secrecy Countries
(۱) بینک آف لکسمبرگ	Bank of Lucsembarg
(۲) بینک آف برمیوڈا	Bank of Grand caymon
(۳) بینک آف گرینڈ کیمن	Bank of Grand Caymon
(۱۷) دی لائڈس	The Liyds
(۱۸) کنٹری رسک مینج منٹ گروپ	Country Risk Management Group
(۱۹) دی راک فیلر انسٹی ٹیوٹ / سنٹر	Du Raekepellers Institute/Center
(۲۰) چیز	Chase
(۲۱) بین الاقوامی ادارے	
(۱) انک ٹاڈ	VNCTAD
(۲) یو این ڈی پی	UNDP
(۳) ایف اے او	FAO
(۴) ڈبلیو ایچ او	WHO
(۵) یو این آئی ڈی او	UNDIO
(۶) یو این ای پی	UNEP
(۲۲) گروپ آف تھرٹی	The Group of Thirty
(۲۳) تھری سپر بینکرس	Three Super Bankers
(۱) چیز مین ہٹن	Chase Manhattan
(۲) سٹی بینک	Citibank
(۳) کلاز سین	Clausen
(۲۴) فورڈ فاؤنڈیشن	Ford Foundation
(۲۵) ملٹی نیشنل کارپوریشنز	Multi National Corporations of MNCS
(۲۶) سات بہنیں	The Seven Sisters

(۲۷) کونسل فار اے پارلیمنٹ آف دی ورلڈس ریلیجنس The Council for Parliament of the Wolds Religions

(۲۷) مسلم تنظیمیں:

(۱) قادیانیت Qadianism

(۲) بہائیت Bahaism

(۳) دروزیت Druzism

(۴) اسماعیلی Ismaili

(۵) نصیری Nusairites

(۶) مسلم ملکوں' خطوں اور حلقوں میں کام کرنے والی تمام اشتراکی (کمیونسٹ)' سوشلسٹ Socialism' سیکولر Secular' فری تھنکنگ Free Thinking' اباحی Permissive' ترقی پسند Progressive' عقلی Rationalisi' انسانی Humanist' اور نام نہاد اجتہادی So-called Ijtiehadis تحریکیں' تنظیمیں' ادارے حلقے اور خفیہ حلقے۔

یاد رہے! دنیا میں کمیونزم کا بانی ایک یہودی کارل مارکس تھا اور اس کے تمام بڑے لیڈر یہودی رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ نچلے طبقے میں دیگر قوموں اور مذاہب کے افراد بھی پائے جاتے ہوں لیکن وہ ان کے اصل مشن سے یا تو بے خبر ہیں یا ان کے ہاتھوں یرغمال یا آلہ کار ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں اور بطور خاص مسلم ملکوں میں کمیونسٹ پارٹیاں اسلام' اسلامی تہذیب و ثقافت' اسلامی آثار و مروت اور مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے کام کرتی رہی ہیں۔

(۷) اسلام اور مسلم معاشرے میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ابھرنے والی تمام باطنی تحریکیں' تنظیمیں اور حلقے۔

(۸) اسلام کی صحیح تنظیموں اور تحریکوں میں داخل انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے افراد اور ان کے اندرونی حلقے۔

(۲۸) بھارت کی ہندو تنظیمیں جن کے قائم کرنے والے' ابتدائی خاکہ مرتب کرنے والے' سرپرستی فرمانے والے یا تعاون دینے والے یہودی رہے ہیں:

(۱) انڈین نیشنل کانگریس Indian National Congress

(۲) تھیوسوفیکل سوسائٹی Theosoptical Society

(۳) برہمو سماج Brahmu Samaj

(۴) رام کرشن مشن Rama Krishma Mission

(۵) ہندو مہاسبھا Hindu Maha Sabha

(۶) آریہ سماج Aryh Samaj

(۷) راشٹریہ سویم سیوک سنگھ R.S.S

اور پورا سنگھ پریوار & Sangh Parivar Dalit Voice

(۸) دلت وائس Dalit Voice

(۹) بہوجن سماج پارٹی Bahujan Samaj Party

(۱۰) تمام سوشلسٹ پارٹیاں All Socialists Parties

(۱۱) تمام کمیونسٹ پارٹیاں All Communist Parties

(۱۲) تمام ہیومسٹ پارٹیاں All Humanist Parties

(۱۳) تمام لبرل پارٹیاں All Libral Parties

(۱۴) فری تھنکرس Free Thinkers

ظاہر ہے ان تمام تحریکوں' تنظیموں' اداروں اور حلقوں کا بالتفصیل ذکر تو درکنار' سرسری ذکر بھی ایک نشست میں ممکن نہیں۔ لہٰذا تمام سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان تمام میں سب سے زیادہ خفیہ' سب سے زیادہ موثر اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تحریک ہے انٹرنیشنل فری میسنری یعنی بین الاقوامی فری میسن تحریک International Free Masonary

انٹرنیشنل فری میسنری سے مراد کوئی ایک تحریک یا تنظیم نہیں۔ اس نہج پر دنیا میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں تحریکیں' تنظیمیں اور حلقے قائم ہیں۔

عام طور پر ایسا سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں فری میسن تحریک اٹھارہویں صدی کے آخری ایام میں باضابطہ طور پر قائم ہو چکی تھی۔ لیکن ایسا سمجھنا ایک غلطی ہوگی۔ اس سے مراد غالباً" فری میسن تحریک کی تشکیل جدید سے ہے۔ اس تشکیل جدید کا نمایاں پہلو اس تحریک کا یا ان تحریکات کا کلیتہً مغربی طرز پر کام شروع کرنا ہے۔ ورنہ اس کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ یہ تحریک سولہویں صدی سے ہندوستان میں کام کرنے لگی تھی۔ لیکن اس تشکیل جدید کا یہ مطلب بھی نہیں لینا چاہیے کہ اس کے تمام حلقے مغربی طرز پر کام کرنے

لگے۔ خالص مشرقی طرز کے کلام کے حلقے بھی قائم رہے۔ اٹھارہویں صدی سے قبل اس کا طرز زیادہ تر مشرقی تھا اور اس کے ذہین افراد عموماً" ایشیا اور بطور خاص ایران اور عراق کے یہودی تھے۔ ان میں اصفہانی اور بغدادی یہودی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ظاہر ہے کام کرنے کی زبان فرسی' عربی اور ترکی تھی۔ اگر یہ کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا کہ ان دنوں ہندوستان میں اس تحریک یا ان تحریکات کی زمام کار اصلاً" سفردم کے ہاتھوں میں تھی۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں عالم اسلام کے عظیم الشان مراکز قسطنطنیہ' قاہرہ' بغداد' تہران اور دلی تھے۔ ان میں دلی سارے مشرق کا مرکز توجہ تھی۔ چنانچہ ۱۷ویں صدی سے اس تحریک نے مشرق میں دلی کو اپنا مرکز بنایا اور اس سازش کے علمبردار اور کارکن جوق در جوق دلی کا رخ کرتے اور پورے ہندوستان میں اپنا جال پھیلاتے چلے گئے۔

سلطنت مغلیہ جو کبھی غیر معمولی ذہین اور بیدار مغز بادشاہوں کی سلطنت تھی' رفتہ رفتہ کمزور ہوتی چلی گئی۔ جب تک اس کے حکمران ذہین رہے' یہ سازش بہت کامیاب نہیں ہو سکی لیکن کمزور حکمرانوں کے آتے ہی اور بعض دیگر وجوہات سے اس تحریک نے کلی نفوذ حاصل کر لیا۔

اس میں اس بات کو بھی دخل ہے کہ عام طور پر اہل تشیع بوجوہ ان کے آلہ کار ہو گئے۔ اور بالآخر فری میسن تحریک سلطنت مغلیہ کے دو ستونوں یعنی اہل تشیع اور اہل تسنن کو آپس میں لڑانے میں کامیاب ہو گئی۔ ایسا شک خلاف واقعہ نہیں کہ بعض فری میسن یہودیوں بطور خاص کر غیرنائی' گرجستھانی' ارمنی اور اصفہانی یہودیوں نے خود کو شیعہ ظاہر کیا اور شیعوں کے نام پر اپنے ہدف تک پہنچنے کی کوشش کی ہو۔

تحریک فری میسن کی ترقی اور نفوذ کا دوسرا بڑا سبب سلطنت مغلیہ کی حضرات صوفیاء کرام سے دوری ہے۔ صوفیاء کرام سے ابتدائی مملوک اور الباری ترکوں کو جو قربت حاصل تھی' وہ جنہوں نے باوجود رکاوٹوں اور ریشہ دوانیوں کے سلطنت مغلیہ یا ان کے صالح امراء سے ربط استوار رکھ کر اسلام دشمنوں کا سدباب کرنا چاہا۔ اسی طرح بعض حکمراں اور امراء ایسے بھی ہوئے جنہوں نے ان مشائخ سے اسلام دشمنوں کا سدباب کرنے کے لیے ربط خاص رکھا۔

سترہویں' اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ہندوستان میں اور بطور خاص دلی میں شیعوں اور سینوں کے مابین جتنے معرکے بھی مذکور ہیں' انہیں اسی نقطہ نظر سے ازسرنو پرکھنے اور مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اکبر کی بے دینی' عہد جہانگیری میں ایرانی شیعوں کا نفوذ' عہد عالمگیری میں شیعہ سنی کشمکش' مابعد کے مغلیہ حکمرانوں کے عہد میں دونوں کا بعد اور ٹکراؤ' مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت اور شاہ فخر الدین دہلوی پر قاتلانہ حملہ اسی سازش کی اہم کڑیاں ہیں۔ اسی کے ساتھ عہد اکبری میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی' عہد جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی' عہد شاہ جہانی میں شاہ کلیم اللہ دہلوی' عہد عالمگیری ومابعد مغل میں تین اساطین حضرت مرزا مظہر جان جاناں' شاہ فخر الدین اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آواخر اٹھارہویں صدی اور اوائل انیسویں صدی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی کوششیں اسی امنڈتے ہوئے طوفان کو روکنے کی جدوجہد تھیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دوسرے رخ پر اس وقت چلے جاتے ہیں اور کسی حد تک غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں جب ہم ان نزاعات کو کلیتہً اور صرف شیعہ سنی نزاع قرار دیتے ہیں۔

یہودیوں نے جہاں اہل تشیع میں نفوذ حاصل کر کے ان کا استحصال کیا' وہیں اہل تسنن حتیٰ کہ صوفیاء کرام کے بعض طبقات کو بھی آلہ کار بنانا چاہا۔ ان میں مشائخ بھی تھے' علماء دین بھی اور عامتہ المسلمین بھی۔ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کلیمی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے وصیت نامہ میں ان متصوفین کے چہرے کھول کر رکھ دیے گئے ہیں۔

ہندوستان میں فری میسن تحریک کی سب سے قد آور شخصیت سرمد کی ہے۔ سرمد نے چند ہی سالوں میں سلطنت مغلیہ کو ڈائنامائٹ کر دینے کی سازش کی تھی۔ لیکن حضرت عالمگیر کی نگاہ دور رس سے اور معاصر بیدار علماء و مشائخ کی فراست سے اس کا انسداد ہوگیا۔ حالات و واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک رونما ہونے والے واقعات میں جو سلطنت مغلیہ کے خاتمے پر منتج ہوئے' ان کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے ایک ریفرنس سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار کو اس طبقے کی سازشوں کا بخوبی علم تھا۔

اس سلسلے میں دوسری قد آور شخصیت نمود وا نمود کی ہے جس نے عہد فرخ سیر میں رسوخ حاصل کر لیا تھا۔

ہندوستان میں علماء کرام کے درمیان براہ راست فری میسن تحریک کے متعلق استفہام واستفتاء انیسویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس وقت سے پہلے وہ ان سازشوں کو کسی اور جانب منسوب کرتے تھے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ ۱۸۵۷ء میں دلی میں جو

علمی سرمایہ تباہ ہوگیا یا جنہیں انڈیا آفس لائبریری منتقل کر دیا گیا یا مشائخ اور علماء کے وہ ملفوظات جو سرد خانوں میں پڑے ہیں، سامنے لائے جائیں تو ان سازشوں کا مزید علم ہوگا۔

ہندوستان میں فری میسن کے متعلق سب سے واضح سوال مولانا اشرف علی تھانویؒ سے پوچھا گیا جس کا جواب انہوں نے اپنے رسالہ "التنقی فی احکام الرقی" اور طلسم کشائی فری میسن میں دیا ہے۔ یہ دونوں رسالے غالباً ۱۹۰۱ء میں لکھے گئے ہیں۔

فری میسن تحریک سرتاپا خفیہ تحریک ہے۔ اس کا اصل دائرۂ کار اعلیٰ طبقات ہیں۔ بادشاہان، شہزادے، امراء (موجودہ جمہوری نظام میں صدر مملکت، وزیر اعظم، فوجی افسران) بڑی مذہبی شخصیتیں، بڑے تاجر اور صاحب اثر لوگ ان کے خاص ہدف ہوتے ہیں۔ اس کے چھوٹے چھوٹے حلقے ہوتے ہیں۔ ایک ہی شہر میں کئی حلقے ہو سکتے ہیں جسے لاج Lodge کہا جاتا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ ایک لاج کے افراد اپنے تمام رفقاء سے واقف ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک لاج کے تمام افراد دیگر لاجوں کے افراد سے واقف ہوں۔ ماضی قریب میں وہ بڑے لوگ جن کے بارے میں متعین طور پر یہ معلوم ہے کہ وہ فری میسن تحریک کے سرگرم کارکن تھے، ان میں ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا، ایران کے آخری شاہ رضا شاہ پہلوی، مصر کے صدر انور السادات اور ایران کے وزیر اعظم امیر عباس ہویدا اہم ہیں۔ جیسا کہ ماقبل عرض کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں چند تحریکیں اور تنظیمیں جو یا تو براہ راست یہودی تنظیمیں ہیں یا ان کے عمیل ہیں، ان میں قادیانی، بہائی، دروزی، نصیری، بعثی، ازارقہ اور ازارقہ جدیدہ اور اسماعیلی خاص ہیں۔ کیمونزم کے غلبہ پانے کی صورت میں کیمونسٹ پارٹی وہی کام کرتی رہی۔

قادیانیت کے سلسلے میں زیادہ عرض کرنا چنداں ضروری نہیں۔ تاہم تین باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر بطور خاص کیا جانا چاہیے۔

(۱) ہندوستان میں بٹالہ کے نزدیک واقع قادیان اور پاکستان میں ربوہ کے بعد ان کا سب سے منظم مرکز اسرائیل کے شہر حیفا میں ہے۔ اس وقت بھی جب اسرائیل میں مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہے، قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی پوری آزادی ہے۔

(۲) کیمونسٹ روس میں جہاں کسی کا علانیہ مسلمان رہنا موت کو دعوت دینا تھا اور جہاں لینن سے لے کر بریزنیف تک کروڑوں مسلمان شہید کیے گئے، انقلاب روس سے اب تک قادیانیت کو کام کرنے کی پوری آزادی رہی۔

(۳) جنگ خلیج کے بعد دنیا میں جو سیٹلائیٹ چینل کا مواصلاتی انقلاب برپا ہوا ہے اور

مواصلاتی ٹکنالوجی میں ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے مغرب نے عالم اسلامی پر مواصلاتی یلغار کر دی ہے تا کہ ساری اسلامی دنیا کو مغربی ثقافت کے رنگ میں غرق کر دیا جائے' ایسی حالت میں ۱۹۹۲ء کے اواخر میں سب سے بڑی مراعات قادیانیت کو دی گئی تا کہ وہ وسطی ایشیا کے تمام ملکوں میں اپنے خیالات وعقائد مصنوعی سیارچوں کے ذریعہ پھیلائے اور مسلمانوں کو اسلام کی طرف لوٹنے سے باز رکھ سکے۔

جہاں تک بہائیت کا تعلق ہے تو وہ گویا اہل تشیع کے قادیانی ہیں۔ سید علی محمد المعروف بہ باب (پیدائش ۱۸۱۸ عیسوی) سے لے کر بہاء اللہ (پیدائش ۱۸۱۷ء) عبد البہاء (پیدائش ۱۸۴۴) شوقی ربانی (پیدائش ۱۸۹۷ء) تاایں وقت ان کی پوری تحریک اسلام کے انہدام کے لیے تھی۔ ان کا قبلہ جو مشرق الاذکار کہلاتا ہے' اسرائیل میں کوہ رمل میں واقع ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بہائیت کے ابتدائی موید ین میں روسی یہودی نواز ادیب ٹالسٹائی اہم ہے۔ اس کے دیگر مغربی موید ین میں ملکہ رومانیہ' لیڈی مارتھا' بادشاہ ڈنمارک' شہزادہ اولگا' مارتھا روتھ' ڈوروتھی بیچر' ایملیا کیلس' لوآگیٹ سنگر' تھوربورن کروپر' لیڈی بلوم فیلڈ اور سارا فارمر جیسے مرد وخواتین رہے ہیں۔

اہل تشیع میں اسماعیلی سب سے آگے بڑھ کر ان کے عمیل اور مددگار ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے روابط حسن علی شاہ آغا خان اول کے زمانہ امارت میں ۱۸۳۴ء کے بعد از سرنو استوار ہوئے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب انہیں کرمان کی گورنری کا عہدہ چھوڑنا پڑا جہاں سے وہ محلات (اصفہان) چلے گئے۔ واضح ہو کہ اصفہان یہودیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہودیوں کی وساطت سے حسن علی شاہ کو ہندوستان میں برطانوی عملداری میں پناہ ملی۔ یہ ۱۸۴۲ء کی بات ہے۔ ہندوستان میں جتنے ؟؟؟ غیر ملکی کو عروج' مقبولیت اور رسوخ حاصل ہوا' وہ شاید ہی کسی کو ہوا ہوگا۔ حسن علی شاہ کے بعد ان کے بیٹے علی شاہ (متوفی ۱۸۸۵ء) اور پھر ان کے بیٹے سر سلطان محمد آغا خان کو جیسا رسوخ حاصل رہا ہے' وہ بیان سے باہر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کی پوری وسطی ایشیا کی پالیسی آغا خان اول ودوم وسوم اور اب چہارم کے تعاون سے چلتی ہے۔ شاید ہی کسی شخص کو اتنا نوازا گیا ہو مثلاً سر سلطان محمد آغا خان (پیدائش ۱۸۷۷ء) کو ۱۸۹۸ء میں K.C.I.E' ۱۹۰۳ء میں C.C.I.E' ۱۹۱۱ء میں G.C.S.I' ۱۹۲۳ء میں G.C.N.O کے خطابات دیے گئے۔ کسی مذہبی شخصیت کو پہلی بار سلطنت برطانیہ نے فرسٹ کلاس چیف First Class Chief مع گیارہ توپوں کی سلامی سے نوازا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ وہ ۱۹۰۶ء میں ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کے سیاہ

وسفید کے مالک ہو گئے' اور ۱۹۳۰ء میں ہندوستانیوں کے تمام طبقات کی طرف سے متفقہ طور پر گول میز کانفرنس میں نمائندہ قرار پائے۔

مسلمانوں کی سادگی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ان کی نمائندگی پر نہ تو سلطنت برطانیہ کو اعتراض تھا نہ مہاتما گاندھی جیسی قد آور شخصیت کو۔ آغا خان کی خصوصی خدمت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ برطانیہ کی وزارت خارجہ نے جس کی خفیہ فائلیں حسب روایت پچاس سالوں کے بعد عام Declassify کردی جاتی ہیں' خلاف معمول اس بات کا فیصلہ کیا ہے.کہ وسطی ایشیا' افغانستان اور شمال مغربی ایشیا کی وہ فائلیں جو آغا خان سے متعلق ہیں' مزید ایک سو پچیس سالوں تک عام Declassify نہ کی جائیں۔

یہاں ہندوستان کے تعلق سے یہ بات عرض کرنی بر محل معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت اور برہمیت صرف مزاجاً" ہی یکساں نہیں بلکہ وہ سینکڑوں سالوں سے ایک دوسرے کے حلیف اور پشتی بان رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں ان دونوں کے تحالف کا اندازہ واضح طریقے سے اٹھارہویں صدی میں ہوجاتا ہے۔ مشہور شاعر سر رویندر ناتھ ٹھاکر (المعروف بہ ٹیگور) اور مہاتما گاندھی کے مراسم یہودیوں سے انتہائی درجے کے تھے اور مغرب میں ان کے پروجیکشن Projection میں سرتاسر یہودی تنظیمیں متحرک اور فعال رہی ہیں۔

جو حضرات یورپ کی تاریخ کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں' وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ اٹھارہویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے یورپ کی تمام حکومتوں پر یہودیوں کا غلبہ ہو چکا تھا۔ لیکن ان میں سلطنت برطانیہ کو وہ خصوصی مقام حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں۔ ۱۹ ویں صدی میں مغرب کی ہر حکومت یہودی کاز کے لیے سرگرم عمل رہی۔

یہودیوں کی عالمی تحریک جسے ہم نے زنجری Zinjry کے نام سے موسوم کیا ہے کے طریقہ ہائے کار سے گفتگو کرنا چنداں آسان نہیں۔ ان کے یہاں سینکڑوں طریقے ایسے رائج ہیں جو اپنے اصول میں متبائن ہیں۔ فروعات کی کل تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ ان سینکڑوں طریقوں کا مختصر تعارف بھی آسان نہیں۔ لہٰذا صرف ایک اصولی طریقہ کار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

یہ اصولی طریقہ کار Rationalisation کہلاتا ہے جس کا مفہوم ہے تعقلیت۔ ریشنلائزیشن وہ عمل ہے جس سے ان کے نزدیک ریشنلزم Rationalism کا قیام مقصود ہے۔ ریشنلزم Rationalism کا مفہوم ہے عقل کو مذہب میں آخری فیصلہ

کرنے والا قرار دینا اور ان تمام نظریات کا رد کرنا جو عقل سے مطابقت نہیں رکھتے۔
ریشنلائزیشن Rationalisation کے تین فروع مشہور ہیں۔ یعنی تین ایسے طریقے، جو فروعات میں مختلف ہیں لیکن اصول کے اعتبار سے ایک یعنی عقل پر مبنی ہیں، کے استعمال سے عقلیت قائم کرنا۔ یہ تین طریقے درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیکولرائزیشن Secularisation
۲۔ ڈیموکریٹائزیشن Democratisation
کمرشلائزیشن Commercialisation

گزشتہ پانچ سو سالوں سے یورپ میں ان مقاصد کے حصول کے لیے بلا مبالغہ ہزاروں تحریکیں، تنظیمیں، حلقے اور زاویے مختلف ناموں سے کام کر رہے ہیں۔

سیکولرائزیشن Secularisation سے مراد ہے انسان کے فکر و نظر، معاملات، تہذیب، ثقافت اور تمدن کو عقیدہ اور دین سے منقطع کرنا یعنی اسے ریگولر Regular یعنی متشرع کے بجائے سیکولر Secular بنانا۔ یہ ایک وسیع و ہمہ جہت عمل کا نام ہے۔ سیکولرائزیشن کے لیے ہزاروں طریقے روبہ عمل لائے جاتے رہے ہیں۔ سیکولرائزیشن کا نصب العین حقیقی سیکولر ازم قائم کرنا ہے جو ریشنلزم Rationalism کی لازمی شرط ہے۔

ڈیموکریٹائزیشن Democratisation کا مفہوم ہے نظم معاشرت کو اور بطور خاص سیاست مدنیہ کو عامی بنانا۔ اس کا مطلب نہ تو قطعاً آمریت کا خاتمہ کرنا ہے اور نہ عوام الناس کی رائے کا احترام کرنا بلکہ اس کا مطلب ہے معاشرے کے ذہین، صاحب علم اور ذمہ دار افراد یعنی اسلامی اصطلاح میں اہل الرائے اور اہل فتویٰ کو بے دخل کر کے ایسی عامی، عوامی یا جمہوری تنظیم قائم کرنا جس کے پردے میں یہودی ساری دنیا پر اپنی آمریت قائم کر سکیں۔ ڈیموکریٹائزیشن کا نصب العین ڈیموکریسی Decmocracy یعنی آج کل کی اصلاح میں جمہوریت قائم کرنا ہے جو ریشنلزم Rationalism کی دوسری بنیادی شرط ہے۔

کمرشلائزیشن Commercialisation کا مطلب ہے تمام انسانی زندگی اور اس زندگی کی تگ و دو کو مادیت میں محدود کر دینا اور تمام مادی اشیاء، خدمات، جذبات حتیٰ کہ فطری خواہشات کو خالص مادی پیمانے کے اعتبار سے قابل تبادلہ یعنی بیع و شراء کے دائرے میں لانا۔ اس کے تحت ہر چیز، خدمت اور فطرت مادی اشیاء کی طرح مال ہو جاتی ہے اور قابل قیمت ٹھہرتی ہے لہٰذا قابل بیع و شراء ہو کر قابل تبادلہ ہو جاتی ہے۔ کمرشلائزیشن کی انتہا

یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شے' خدمت' جذبہ اور فطرت ایسی باقی نہ رہے جو مل کی طرح قیمت نہ رکھتی ہو اور قابل تبادلہ بصورت بیع و شراء نہ ہو۔ کمرشلائزیشن کا ہدف ہے دنیا میں پائے جانے والے تمام مادی' غیر مادی اور انسانی وسائل بشمول حیاتیاتی و جماداتی وسائل پر یہودیوں کی اجارہ داری Monopoly قائم کرنا اور ساری دنیا کو اپنا غلام دائمی بنالینا۔

کمرشلائزیشن کے لیے ہزاروں طریقے رو بہ عمل لائے گئے ہیں۔ اقوام متحدہ کی ساری کارروائیاں' سلامتی کونسل کے فیصلے' اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیمیں مثلاً" UNCTAD' UNDP' FAO' UNIDO' UNEP اور عالمی مالی فنڈ IMF اور عالمی بینک WB کی کاروائیاں' دیگر بین الاقوامی ادارہ جات' اسلحوں کی تخفیف (N.P.T) کی کاروائیاں' خاندانی منصوبہ بندی کی کوششیں' ماحولیاتی تحریکیں' اسقاط حمل کو قانونی قرار دینا' سب کی سب کمرشلائزیشن کی ذیلی شاخیں ہیں۔ حتیٰ کہ یوتھینیزیا یعنی اپنی پسند سے اپنی موت کا فیصلہ کرنا اور میڈیکل سائنس کے وہ تمام تجربے اور ایجادات کی کوششیں جس میں انسانی جسم کی ہر چیز قابل استعمال اور قابل بیع و شراء ہو' اسی کا حصہ ہے۔ چنانچہ فیملی پلاننگ' اسقاط حمل کو قانونی بنانا' یوتھینیزیا (یعنی اپنی پسند سے موت) Gene کے تجربات (جس کے تحت انسانی اعضا مصنوعی طور پر تیار کرنے کے تجربات ہو رہے ہیں حتیٰ کہ مصنوعی جاندار بنانے کے تجربات ہو رہے) دراصل کمرشلائزیشن کی انتہائی منزل پر پہنچنے کی کوشش ہے جہاں یہودی ایک عالمگیر طاقت کے اعتبار سے اس بات کا فیصلہ کریں گے کتنے لوگ زندہ رہنا چاہئیں ساتھ ساتھ ان کا منشا یہودیوں کے علاوہ آبادی کے سلسلے میں وہی ہے جو سامان اور آلات جات کا ہے۔ یعنی اگر کسی وقت خاص میں انسانی وسائل کی زیادہ ضرورت ہے تو اتنے انسان پیدا کر لیے جائیں اور جب ضرورت نہ ہو تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور Poultry Farms (مرغبانی کے مراکز) میں جو تجربات ہو رہے ہیں (یعنی مثلاً" وہ کسی دن ایک لاکھ چوزے نکالتے ہیں۔ اگر پچاس ہزار بک سکے تو بقیہ پچاس ہزار کو برقی چولہوں میں جلا ڈالتے ہیں اس لیے کہ پچاس ہزار کو ایک دن پالنا دوسرے دن نئے پچاس ہزار پیدا کرنے کے مقابلے میں مہنگا ہوتا ہے) اسی کمرشلائزیشن کا حصہ ہے۔

سردست ہم ان واقعات سے صرف نظر کرتے ہیں جو عالم عیسائیت میں یہودیوں کی سازشوں سے رونما ہوئے اور نہایت اختصار کے ساتھ صرف ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو عالم اسلام میں واقع ہوئے۔ اٹھارہویں صدی سے قبل یہودیوں کی اصل معرکہ آرائی عیسائیوں سے ہو رہی تھی۔ اٹھارہویں صدی کے اواخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں وہ

پوری طرح مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس کا تو موقع نہیں کہ سیکولرائزیشن' ڈیموکریٹائزیشن اور کمرشلائزیشن Secularisation' Democratisation اور Commercialisation تینوں کے تجربات بیان کیے جائیں۔ لہٰذا صرف سیکولرائزیشن کے پیٹرن Pattern کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

گزشتہ دو سو سالوں میں عالم اسلامی کے مختلف خطوں میں سیکولرائزیشن کے کم از کم دس تجربات دس پیٹرن کے تحت کیے گئے۔ اس کے تحت ان کی بنیادی کوشش مسلمانوں کو دین کے سرچشمے سے فکری' ایمانی اور عملی طور پر الگ کر دینے کی تھی۔

(۱) ترکی کا پیٹرن Turkish Pattern

چونکہ ترکی میں خلافت عثمانیہ قائم تھی اور آستانہ عالم اسلامی کا سیاسی مرکز تھا لہٰذا وہ یہودیوں کی توجہ کا اولین مرکز بن گیا۔ وہاں استعمال کیے گئے پیٹرن میں ترکی نژاد یہودی جو دو نمہ کہلاتے ہیں اور مشرقی یورپ کے یہودی جو اشکنیازم کہلاتے ہیں' نے نہایت اہم رول ادا کیا۔

(۲) جزیرۃ العرب کا پیٹرن Arabian Pattern

یہودیوں کا سب سے خطرناک اور خفیہ پیٹرن جزیرۃ العرب کا پیٹرن ہے۔ اس پیٹرن کے تجربات سترہویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوتے ہیں اور اٹھارہویں صدی کے اوائل میں واضح تر ہو جاتے ہیں۔ یہ پیٹرن عیسائی دنیا میں آزمودہ کالونسٹ Calvinist Pattern سے بہت ملتا جلتا ہے۔

(۳) مصر کا پیٹرن Egyptian Pattern

تیسرا پیٹرن مصر میں اختیار کیا گیا۔ نپولین بونا پرتے کی آمد سے ہی ایک نئے پیٹرن کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نپولین کی آمد بنیادی طور پر اسی مقصد کے تحت تھی۔ اس کا عکس شیخ عبد الرحمٰن جبرتی کی کتاب عجائب الاثار فی التراجم والاخبار میں ملتا ہے۔ شیخ محمد مہدی' حسن عطار' شہاب الدین مولف' عبد اللہ ندیم' قاسم بک امین کا ازسرنو مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

آپ کو یہ جان کر سخت حیرت اور افسوس ہو گا کہ ان کی سازشوں سے جامعہ الازہر بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ یہودیوں نے اپنے تربیت یافتہ ماہرین کو ازہر میں طالب علموں کی طرح

داخل کروایا جو چند سالوں میں نہ صرف یہ کہ فارغ ہو کر عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے بلکہ اپنی اپنی جگہ صاحب رسوخ بھی ہوگئے۔ انیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے یہودی مصری زندگی میں پوری طرح دخیل ہوگئے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے موجودہ سیکرٹری جنرل بطروس غالی کے دادا جو یہودیوں کے بڑے آلہ کار تھے، مصری پاشاؤں کے یہاں سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے تھے۔

مصر کے اس پیٹرن کا تیسرا مرحلہ جنرل نجیب اور بطور خاص جمال عبد الناصر کے اقتدار پر قابض ہونے سے شروع ہوا جو بالآخر انور السادات کے ہاتھوں اسرائیل سے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کی صورت میں نکلا۔

یہاں اس کا تذکرہ کرنا برمحل معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بالکل ابتدائی مرحلوں میں اپنے افراد کو اپنے دشمنوں کی صف میں شامل کر دیتے ہیں جو وہاں کچھ دنوں میں خاصے بارسوخ ہوجاتے ہیں۔ پھر بعد میں جب انہیں موقع ملتا ہے تو وہ اپنی شہرت، مقبولیت اور رسوخ کے پردے میں یہودیوں کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جن کا عام حالات میں تصور کرنا محال ہے۔

اخوان المسلمین جیسی تحریک میں نوجوان عبد الناصر اور انور السادات کی یہی صورت حال تھی۔ ۱۹۵۴ء میں انقلاب کے برپا ہوتے ہی جمال عبد الناصر نے اخوان المسلمین کو بربریت کے ساتھ کچلنا شروع کیا۔ ۱۹۷۰ء میں ناصر کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد انور السادات نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کر دیے۔ واضح ہو کہ سادات ایک مشہور فری میسن تھا۔ اور اس کی بیوی جہاں ایک معزز یہودی خاتون ہے۔ مصر کا کیمپ ڈیوڈ معاہدہ پر دستخط کرنا پوری ملت اسلامیہ کی فلسطین پالیسی سے انحراف اور غداری کے مترادف ہے۔

سادات کی بیوی جہاں کی یہودیوں میں توقیر اور عزت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب عالمی یہودی کانگریس میں دو بڑے مذہبی طبقوں میں اختلاف رونما ہوا تو اسے ثالث اور حکم قرار دیا گیا۔

(۴) غیر منقسم ہندوستان کا پیٹرن of Undivided India Pattern

غیر منقسم ہندوستان کے پیٹرن کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوتا ہے۔ ان کے مزاج کی تبدیلی ۱۸۴۰ء کے بعد ہوئی۔ سرسید نے سیکولرائزیشن کی طرف پہلا قدم ۱۸۶۳ء میں بڑھایا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے مخلص ہوں لیکن

ایسا لگتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں میں گھر گئے جو فری میسن ہو چکے تھے۔ ان میں مراد آباد کے راجہ جے کشن داس اور سلطنت آصفیہ کے سر سالار جنگ قابل ذکر ہیں۔

سرسید کی ان کوششوں کے پیچھے کون سی قوت کارفرما تھی اور ان کے کیا کیا مقاصد تھے اور ان کا نصب العین کیا تھا؟ اس کے لیے ایک اقتباس کافی ہوگا۔ یہ ایک ڈسپیچ Dispatch ہے جو لندن ٹائمز کے نمائندے نے کلکتے سے بھیجا تھا اور جو لندن ٹائمز کی ۲۲ جنوری ۱۸۷۷ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔

اقتباس درج ذیل ہے: (چونکہ اقتباس میں یورپ میں یہودیوں کے ذریعہ استعمال کی جانے والی خفیہ زبان واصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اس لیے ان مخصوص مقامات کو نشان زد کر دیا گیا ہے)

"گزشتہ دو شنبہ کو ہمارے کلکتہ آفس سے جو خبر موصول ہوئی ہے، اس میں ایک مختصر اطلاع دی گئی ہے کہ لارڈ لٹن نے علی گڑھ میں محمڈن کالج کا سنگ بنیاد رکھا...."

"مختصر یہ کہ اس کالج کی بنیاد انڈیا کے **لبرل مسلمانوں** کی فتح ہے جو انگریزوں کی تائید میں ہوتے ہوئے بھی محبان وطن میں شمار ہوتے ہیں۔ اس سیکشن کے نمائندے سرسید احمد خان کہے جا سکتے ہیں جو اس اسکیم کے موسس ہیں۔ ابتداء میں **متعصب** مسلمانوں کی طرف سے اس منصوبے کی مخالفت ہوئی جنہوں نے سرسید پر الحاد وارتداد کا الزام عائد کیا۔ سالار جنگ کے چندہ دینے سے دربار نظام کے **کٹر درباری** مخالفت پر تل گئے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس منصوبے کو مقبولیت حاصل ہونے لگی ...."

"علی گڑھ میں اس وقت جو کام ہو رہا ہے اس کی مقدار یقیناً" کم ہے لیکن اس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اپر انڈیا کے مسلمانوں کے **سماجی اصلاح** کے دھارے کا رخ ورفتار کیا ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی سے متعلق سر رچرڈ ٹمپل کی مشہور یادداشت موجودہ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ ہمارے ساتھی مسلمان رعایا کی **پر افتخار علیحدگی پسندی** اگر بالکل دور نہیں ہو چکی ہے تو بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔"

"..... آج صبح ہم نے جو تفصیلی علی گڑھ کے لیے ایک نئے اینگلو انڈین کالج کے قیام اور اس سے توقعات کی شائع کی ہے وہ ایک طور پر ہماری دوگونہ خوشی اور خیر مقدم کا موجب ہے۔ اس ادارے کے بانیوں نے جس مشکل مہم کو اپنے سامنے رکھا ہے، وہ یقیناً قابل لحاظ اور غیر معمولی ہے۔"

"ہمارے لیے مسلمانوں کے **سخت تر طبیعت** پر قابو پانا زیادہ مشکل تھا اور اس کو

قابو میں لانا قدر وقیمت کے اعتبار سے بھی بہتر تھا لیکن یہ کام بے انتہا دشوار تھا۔ اپنے ملک اور اپنی تاریخ کے پیش نظر وہ ہم کو اپنا حریف سمجھتا ہے۔ طاقت سے محروم ہو جانے کے سبب وہ افسردہ رہا ہے کہ پہلے کی طرح وہ اپنا اثر واقتدار منوا نہیں سکتا تھا۔ لیکن وہ برابر اس کا متوقع ومنتظر رہا ہے کہ اس کی غلامی کا عہد ختم ہو جائے گا اور وہ اس زنجیر سے آزاد ہو جائے گا جس سے اس کے نئے آقا تدبیر وتزدیر سے اس کو جکڑتے جاتے تھے ....."

"علی گڑھ کا یہ کالج اس امر کا مستقل ثبوت ہے کہ بالآخر ہماری مساعی کتنی سنگلاخ شے پر اثر انداز ہوئیں جن کا ہم کو سابقہ تھا۔ اور اسی بنا پر اس تحریک کو شکل دینا اور اس کی ترقی میں معاون ہونا جتنا زیادہ مشکل ہے اتنا ہی حق بجانب ہے ....."

"جب تک مطلوبہ بنیادی سرمایہ ہاتھ میں نہ آجائے اس پر بحث کرنا قبل از وقت معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کی آئندہ ترقی کے امکانات کیا ہیں اور جن اصولوں پر وہ چلایا جانے والا ہے، وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ ہم جو بہترین نتیجہ نکال سکتے ہیں ان کا مدار فی الحال امیدواروں پر ہے نہ کی پیشین گوئیوں پر۔ البتہ بعض باتیں ایسی ہیں جن پر ہم قیاس آرائی کر سکتے ہیں۔ مشنری کا خاکہ مکمل ہے۔ صرف جزئیات کی خانہ پری باقی ہے اور یہ وقتاً فوقتاً جیسے جیسے ضرورت پیش آتی رہے گی، سرمایہ فراہم ہوتا رہے گا پوری ہوتی رہیں گی ....."

"علاوہ بریں ایک امید افزا علامت غیر متوقع لا مذہبی (سیکولر) رواداری کی روح کی کارفرمائی ہے۔ ظاہر ہے مسلک اسلامی ہوگا لیکن مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بے دین Giaour کو بھی اس کا حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی قابلیت سے یہاں کے فوائد حاصل کرنے کا اپنے کو مستحق ثابت کریں۔ آزادی خیال کے راستے میں یقیناً" یہ ایک پیش قدمی ہے جس امتیاز کو تقریباً" حال ہی میں لیکن نامکمل طور پر ہم نے حاصل کیا ہے اور جس کے بارے میں ہم کو بہت کم توقع تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی مستحکم صف میں اس طرح تمام وکمال راہ پا سکے گی۔"

"انگلستان میں جو کالج قائم کیے گئے شروع شروع میں بہت معمولی کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔"

اس طویل اقتباس سے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ سرسید خواہ کچھ بھی سوچ رہے ہوں لیکن جو قوت ان کے پیچھے کارفرما تھی ان کا مقصد کیا تھا۔ چنانچہ یہ ایک المیہ ہے کہ گزشتہ ایک سو سالوں میں جہاں ہندوستان کی دیگر قومیں علم وفن میں خوب ترقی کرتی گئیں اور ان

میں ایسی قیادت بھی پیدا ہوئی جو ان کی ایسی قومی امنگوں کی عکاس اور آئینہ دار تھی جن کا تعلق براہ راست ان کے عقائد کے سرچشموں سے تھا' وہیں علی گڑھ تحریک اور اس کی بنائی ہوئی فضا اپنے قیام سے لے کر اب تک مجموعی اعتبار سے امت کے لیے ہمیشہ مسئلہ بنی رہیں۔ بظاہر وہ امت کی امنگوں کی نمائندگی بھی کرتی رہی اور فی الاصل وہاں امت اور دین کی بیخ کنی بھی ہوتی رہی۔ چنانچہ گزشتہ ستر سالوں میں وہاں کی مایہ ناز نسلیں امت میں کمیونزم' دہریت' سوشلزم' ترقی پسندانہ رجحانات اور مغرب پسندی پیدا کرنے کی باعث ہوئی۔ علی گڑھ کی تحریک مسلمانوں کو اسلام سے لاتعلق کر کے مغربی بنانے کی کوشش نہیں تھی بلکہ اسلام اور مسلمان رکھتے ہوئے اصلا" سیکولرائز کرنے کی کوشش تھی۔

اس امنڈتے ہوئے سیلاب کے سامنے سب سے بڑا بند باندھنے کی کوشش علامہ اقبال ؒ نے کی جو اور جو کچھ تبدیلی نظر آتی ہے وہ انہیں کی دین ہے۔

آج امت میں قیادت کا جو خلا یا عدم توازن ہے' اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ امت کا فکری علمی اور مالی سرمایہ علی گڑھ تحریک کی بنائی ہوئی فضا میں جو برصغیر کے ہر خطے میں پھیل چکی تھی گزشتہ سو سالوں سے ضائع ہوتا رہا ہے۔

(۵) عراق اور پاکستان کا پیٹرن
Pattern of iraq and Pakistan

سیکولرائزیشن کا پانچواں پیٹرن وہ پیٹرن ہے جس کا استعمال جنگ عظیم دوم کے بعد عراق اور پاکستان میں کیا گیا۔

(۶) شام کا پیٹرن Syrian Pattern

سیکولرائزیشن کا چھٹا پیٹرن شام کا پیٹرن ہے۔ اس سے مراد وہ پورا علاقہ ہے جو موجودہ شام' لبنان' فلسطین اور اردن پر مشتمل ہے۔

شیخ عبد الرحمٰن کواکبی' فرنیس مراش حلبی' نجیب حداد' جرجی بک زیدان اور ڈاکٹر یعقوب صراف کی کوششوں کو اسی عنوان کے تحت دیکھنے کی ضرورت ہے۔

(۷) یمن اور الجزائر کا پیٹرن Pattern of Yeman & Algeria

(۸) افغانستان کا پیٹرن Pattern of Afghanistan

سیکولرائزیشن کا آٹھواں پیٹرن افغانستان میں استعمال کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ افغانستان میں یہودیوں کی ایک معتد بہ تعداد آباد تھی۔ جن کے روابط بیک وقت وسطی ایشیا کے

یہودیوں سے بھی تھے اور ایران و ترکی و بغداد کے یہودیوں سے بھی۔ لیکن انیسویں صدی کے آتے آتے خانات کے زوال کے سبب ان کے روابط روس اور اس کے راستے مشرقی یورپ کے یہودیوں سے بھی ہوگئے اور ان کی سازشوں کا ایک بڑا مرکز افغانستان ہوگیا۔ بعض شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ انیسویں صدی سے ہی افغانستان کے شاہی گھرانے میں فری میسن دخیل ہو چکے تھے۔ انہوں نے بعض قبائل کو بھی اپنے اثر میں لے لیا تھا۔

(۹) وسطی ایشیا اور البانیہ و یوگوسلاویہ کا پیٹرن

Pattern of Central Asia Albanie & Yugoslaria

(۱۰) جنوب مشرقی ایشیا کا پیٹرن Pattern of S.E. Asia

یہودیوں کا طریقہ عمل:

مسلم معاشرہ میں یہودیوں کا طریقہ عمل کیا ہوا کرتا ہے' اس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

یہودیوں کا پہلا طریقہ کار ہے اپنی جملہ قوت سے آگاہی' اپنے مضبوط اور کمزور پہلوؤں کا لحاظ اور قوم کی پوری صلاحیت کو مجتمع کرنا۔

ان کا دوسرا عمل ہے اپنے دشمنوں سے متعلق تمام باتوں حتیٰ کہ چھوٹی سے چھوٹی جزئیات سے کماحقہ آگاہی۔ چنانچہ انہوں نے عیسائیوں کے خلاف معرکہ آرائی سے پہلے یورپ میں ان کی تمام جزئیات سے آگاہی حاصل کی۔ اسی طرح انہوں نے عالم اسلام کا بے حد گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ یہاں یہ بات اچھی طرح واضح رہنی چاہیے کہ مستشرقین کا اسلامی اور مشرقی علوم میں مہارت حاصل کرنے کی بنیادی وجہ ان کی جزئیات کو سمجھنا تھا۔ لہٰذا وہ معلومات کی درآمد سے زیادہ متعلق رہے اور ان کو مثلاً عربی' فارسی' ترکی یا اردو کے ادیب ہونے کی خواہش نہیں ہوئی الا یہ کہ کوئی یہودی خود اہل زبان ہو۔

جملہ معترضہ کے طور پر یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ہمارے آج کے اچھے خاصے سمجھدار مسلمانوں کا رویہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ وہ مغرب کی جزئیات کی معلومات کو عالم اسلام کے سواد اعظم کو منتقل کرنے سے زیادہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ عالم اسلام کی باریک سے باریک بات اس سے پہلے کہ خود اسلامی سواد اعظم کو ان کی حقیقت و تفصیل معلوم ہو مغربی زبانوں میں پیش کرنے کے زیادہ شوقین نظر آتے ہیں۔ شاید یہ جلد شہرت حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

چنانچہ ماضی کی بات تو درکنار میرے ایک دوست نے جن کی ایک بڑے جرمن مستشرق سے دید شنید ہے' بتایا کہ گزشتہ کئی سالوں سے ان کا ادارہ تصوف کی باریکیوں کا مطالعہ کر رہا ہے اور یہ ایک اتنا بڑا منصوبہ ہے جس پر کروڑوں ڈالر کا صرفہ آ سکتا ہے۔

ہندوستان میں یہ عناصر تو اکبر کے زمانے سے ہی آنا شروع ہوگئے تھے لیکن جہانگیر کے زمانے میں ان کا کام زیادہ منظم ہوگیا۔ لیکن اس دور میں ان کی شناخت اکثر وبیشتر بحیثیت شیعوں یا باطنیوں کے اعتبار سے کی جاتی تھی۔ چنانچہ جن بزرگوں نے اس وقت ان فتنوں سے نبرد آزمائی کی ان کا ہدف عموماً" شیعہ یا باطنی رہے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی تک اور شیخ عبد الکریم سیالکوٹی سے شاہ کلیم اللہ دہلوی' شاہ ولی اللہ دہلوی' مرزا مظہر جان جاناں' شاہ نظام الدین اورنگ آبادی' شاہ فخر الدین دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی کوششیں اسی کا پتہ دیتی ہیں۔

یہاں اس بات کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ شیعہ خود تشویش کا باعث نہ تھے۔ لیکن ہندوستان میں شیعوں کی سرگرمیاں کلیتاً" مسلکی تھیں۔ یعنی وہ اس کے خواہش مند تھے کہ ہندوستان میں ان کے مسلک کو قوت اور ترویج حاصل ہو۔ ان کے ساتھ ایک دوسرا عنصر بھی تھا جو خالصتاً" سیاسی تھا۔ یعنی ایران کی حکومت اور سلطنت مغلیہ کے مابین مفادات کی کشمکش۔ ظاہر ہے اکثر حالات میں شیعان ہند کی ہمدردیاں اہل ایران کے ساتھ ہو جاتیں۔ ہاں اکثر وبیشتر انہیں اس کی چنداں پرواہ نہیں رہتی تھی کہ بحیثیت مسلمان تمام اہل اسلام کو ہندوستان میں کس قومی کشمکش کا سامنا ہے۔ پھر بعض وجوہات سے اہل تشیع کی دیواریں کسی عالمی کشمکش کے مقابلے کے لیے کماحقہ مضبوط نہیں تھیں۔ چنانچہ حضرات اثنا عشری کو چھوڑ کر دیگر طبقات بڑی آسانی سے آلہ کار بنا لیے جاتے تھے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ شیعوں کے نام سے دوسروں نے سازش کی۔

لہٰذا ہندوستان میں اہل تشیع اور اہل تسنن کی کشمکش کا دوبارہ آغاز عہد ہمایونی میں شروع ہوا۔ اس کے پیچھے کوئی اور قوت تھی یا اس وقت نے اس کشمکش کا فائدہ اٹھایا' یہ ایک جدا تاریخ ہے۔ ہاں اس کشمکش کے نتیجے میں جو بات سب سے پہلے رونما ہوئی وہ یہ تھی کہ اس مقامی نسلی قوت کو جو بے محض ہوگئی تھی' اپنی طاقت مجتمع کرنے کا موقع مل گیا۔

یہی وہ وقت تھا جب یہود ہندوستان میں سرگرم ہوئے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہندوستان میں یہودیوں کی سب سے بڑی اور قد آور شخصیت سرمد کی گزری ہے۔

سرمد کے علاوہ تین ایسی شخصیتیں ہیں جن کا مشن پردہ خفا میں ہے۔ پہلی شخصیت سرمد کے پیر ہرے بھرے شہ کی' دوسری شخصیت سرمد کے خلیفہ سید شاہ المعروف بہ ہینگا مدنی کی اور تیسری شخصیت نمودوانمود کی۔

تاریخ کے مطالعہ سے لگتا ہے کہ سرمد فری میسن کے مشرقی مرکز سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ اس دور میں اس کے کاموں کا زور سات نقطوں پر تھا جو بعد میں نو امور تک پھیل گیا۔

(ا) فری میسن کی پہلی کوشش اس بات کی ہوتی تھی جو ان کی بنیادی تکنیک رہی ہے' کہ با اثر حلقوں میں رسوخ حاصل کیا جائے۔ بادشاہ' شاہزادے' ملکہ' شہزادیاں' حرم کی دیگر خواتین' امراء' بڑے تاجر' ان کے اولین ہدف ہوا کرتے تھے۔

چنانچہ سرمد کچھ ایسے غیر معمولی طریقے سے دارا شکوہ کو اپنے حلقہ اثر میں لانے میں کامیاب ہوگیا کہ اگر عالمگیر جیسی ذہین اور ہمہ جہت شخصیت نہ ہوتی تو مشرق کی سب سے بڑی سلطنت کے سیاہ و سپید کے مالک یہودی عہد شاہ جہانی میں ہی ہو چکے ہوتے۔ بعد کے مغل بادشاہوں کے دربار میں بارسوخ تین ایسی شخصیتوں کے نام لیے جاسکتے ہیں جن کا تعلق اس تحریک سے ہو سکتا ہے۔ ان میں پہلی شخصیت اسرائیل سرحاد کی ہے جو ارمنی میں یہودی تھا اور خواجہ سرحاد کے نام سے مشہور تھا۔ دوسری شخصیت ڈان جویانا المعروف بہ بی بی جولیانا کی تھی۔ اسی طرح تیسری شخصیت خواجہ آبنوس کی تھی۔

خواجہ سرحاد کے رسوخ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے دوستوں میں تقرب خاں' خان دوران اور صلابت خان جیسے افراد کا نام ملتا ہے۔ بی بی جولیانا جو خود کو عیسائی ظاہر کرتی تھی اور حرم میں داخل تھی براہ راست ملکہ اور شہزادیوں بلکہ بادشاہ کے توسط سے احکام شاہی میں دخیل تھی۔ آخری مغل تاجدار کے زمانے میں حکیم احسن اللہ خان' بہادر شاہ ظفر کے سمدھی الٰہی بخش مرزا اور مرزا اسد اللہ خان غالب کا تعلق خواہ آلہ کار ہی کی حیثیت سے ہو' فری میسن سے نظر آتا ہے۔

(۲) یہودیوں کی دوسری کوشش دینی اور مذہبی طبقے میں رسوخ حاصل کرنے کی ہوتی تھی۔ لہٰذا اس اعتبار سے بڑے مشائخ اور علماء کے خانوادے ان کے اولین ہدف ہوا کرتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس میں خاصے کامیاب ہوئے۔ ان کی کامیابی کی کم سے کم صورت یہ تھی کہ انہوں نے بعض مشائخ کو ان کاموں سے یکسر الگ کر دیا جو ہندوستان میں مثلاً" خواجگان چشت اور خواجگان فردوسیہ کا طرۂ امتیاز تھا۔

(۳) ان کی تیسری کوشش مسلم حکمرانوں' مشائخ اور علماء اور عوام کو ایک دوسرے سے الگ کر دینے کی ہوتی تھی۔

(۴) یہودیوں کی چوتھی کوشش مسلم عوام میں افراتفری پھیلانے کی ہوتی تھی۔ وہ اس سلسلے میں ہر طرح کی لاقانونیت اور طوائف الملوکی کو ہوا دیتے تھے۔ اس سے پہلا فائدہ تو یہ ہوتا تھا کہ عوام چند دنوں کے بعد ارباب حل وعقد سے متنفر ہو جاتے تھے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ ملک میں واقع ہونے والی باتوں سے رفتہ رفتہ عوام لا تعلق رہنا پسند کرنے لگتے تھے۔ اس سے تیسرا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ نازک سے نازک گھڑی میں تینوں طبقات یعنی حکمران' مشائخ و علماء اور عوام میں یہ داعیہ پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ باہم مربوط ہو کر کسی بحران کا مقابلہ کریں یا کسی نعمت غیر مترقبہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال پانی پت کی تیسری جنگ ہے۔

(۵) مذکورہ چار طریقوں کے علاوہ یہودی کچھ دیگر طریقوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ مثلاً" ایسے حکمرانوں یا امراء کا خاتمہ یا انہیں بے دخل کر دینا جو ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ چنانچہ خود اورنگ زیب کا خاتمہ کرنے کے لیے دارا کو آمادہ کرنا اور اسے بادشاہ بننے کی بشارت دینا' آصف الدولہ کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کرنا وغیرہ۔

(۶) اس سلسلے کا چھٹا طریقہ مخالف مشائخ کا خاتمہ کرنا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت' شاہ فخرالدین دہلوی پر ناکام قاتلانہ حملہ وغیرہ ہے۔

(۷) اس سلسلے کی ساتویں تدبیر باشعور اور مزاحم علماء کا خاتمہ کرنا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہاتھوں کو توڑ کر مفلوج کر دینا اور پورے خانوادے کو دہلی بدر کر دینا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

(۸) یہودیوں کی آٹھویں کوشش یہ ہوتی تھی کہ علماء کو آپس میں یا علماء اور مشائخ کو ایک دوسرے سے لڑوا دیا جائے۔

(۹) انیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی انہوں نے ایک نئی کوشش کا آغاز کر دیا۔ یہ کوشش تھی ایک طرف علماء کو خفیہ طریقے سے اس طرح آپس میں لڑانا کہ کسی کو محسوس نہ ہو کہ وہ فی الواقع کسی کے آلہ کار کی طرح لڑ رہے ہیں اور دوسری طرف اس لڑائی کو عامۃ المسلمین تک پہنچا کر پورے معاشرے میں لڑائی کی آگ بھڑکا دینا۔ چنانچہ پوری انیسویں صدی میں ہندوستان کی تاریخ اور بطور خاص دہلی کی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے کہ یہ ایک تیسرے طبقے کی کاروائی تھی جس کا مرکز دہلی تھا اور مسلم سواد اعظم کا اس سے نی

الواقع کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لیے ۱۸۵۷ء تک ان جھگڑوں کا مرکز صرف دہلی رہا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کو جس سخت آزمائش کا سامنا رہا ہے اس کا تقاضا تھا کہ ہر زمانے میں مسلم حکمراں، مشائخ و علماء اور عامۃ المسلمین کے مابین نہایت گہرا ربط رہتا، جس کا بخوبی اندازہ ترک بادشاہوں کے زمانے کی تاریخ سے ہو جاتا ہے۔

یہ بات ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس خطے میں اسی وقت اسلام اور مسلمانوں پر آفت آئی ہے جب حکمرانوں، مشائخ و علماء اور عامۃ المسلمین کے مابین رابطہ کمزور پڑ گیا یا مربوط ہونے کے بجائے وہ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے۔

چنانچہ یہاں کی نزاکتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی ہر زمانے میں شدید ضرورت رہی ہے کہ مسلم حکمران یا جو ان کاموں کے وارث ہوں اور مشائخ علماء اور عامۃ المسلمین کے بین ہمہ وقت اور شفاف Transparent ربط قائم رکھا جائے۔

اپنے خاص لوگوں اور آلہ ہائے کار کے کاموں سے الگ یہودیوں کے پانچ ایسے طریقے اور ہیں جن کا استعمال کر کے وہ مخلص مسلمانوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔ ان طریقوں کی اہمیت اس اعتبار سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس میں انہیں کم سے کم طاقت لگانا پڑتی ہے اور زیادہ سے زیادہ مقصد برآری ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی بالواسطہ جنگ Proxy War ہے جس میں سراسر نقصان مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ وہ پانچ طریقے درج ذیل ہیں :

(۱) مسلمانوں کے مختلف طبقات مثلاً حکمران، مشائخ، علماء، تاجر، فوجی افسران، عوام خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ مرد و خواتین اور نوجوانوں کو باہم برگشتہ کر کے مختلف عنوانات کے تحت علمی اور فکری لڑائی میں الجھا دینا۔ یہ کام دور سے خود یا کسی آلہ کار کے ذریعہ دیوار پر شیرہ لگانے کے مانند ہوتا ہے۔ اور مخلص مسلمانوں کے مختلف طبقات محض سادگی میں اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مدت میں یہودی یا تو مزید رسوخ حاصل کر کے اپنی جڑیں مضبوط کرتے ہیں یا اپنے مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دو سو سالوں سے عالم اسلام میں جتنے مباحثے مناظرے اور لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں بیشتر اسی کے شاخسانے ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ ہے مسلمانوں کی نمائندہ مرکزی قوت کو بے اعتبار کرنا یا ختم کر دینا۔ چنانچہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے لیے کی جانے والی بے شمار کوششیں، مشروطیت، نوجوان ترکوں Young Turks کا ظہور، عرب قومیت اور لارنس آف عریبیا کے کارنامے

سلطنت قاچار میں بہائیوں کی کوششیں' اور برصغیر میں سلطنت مغلیہ کے دو ستونوں' سنیوں اور شیعوں کو باہم لڑانا اسی کا حصہ تھا۔ ۱۹۵۱ء کی کراچی سازش' شاہ فیصل کا قتل' عراق کی تباہی اور اس وقت پاکستان کو بار بار دی جانے والی امریکہ کی دھمکی اسی قبیل کی باتیں ہیں۔ انقلاب ایران کے بعد عراق ایران جنگ اور اس موقع پر شیعہ اور سنی بحث و مباحثہ بھی اسی کا حصہ تھے۔

(۳) ان کا تیسرا طریقہ ہے مسلمانوں کے ذہین طبقات کو مختلف سازشوں سے بے اعتبار کر دینا۔ اس کے لیے وہ ان کے خلاف غلط باتیں پھیلاتے ہیں۔ ایسی شخصیتوں کی جن سے ان کو خطرہ ہو جاسوسی کرتے ہیں' ان کی لغزشوں کے ثبوت کو محفوظ رکھتے ہیں اور انہیں موقع پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے خلاف باضابطہ مہم چلاتے ہیں اور بعض اوقات انہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴) ان کا سب سے موثر طریقہ کار یہ ہے کہ وہ دو مخلص مسلمانوں کو یا دو طبقات کو نہایت خفیہ طریقے سے اس طرح لڑا دیتے ہیں کہ دونوں مخلص افراد یا طبقات جو فی الواقع اس سازش سے بے خبر ہوتے ہیں یہ باور کرتے ہیں کہ وہ حق کے اظہار کی جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایسا سمجھنے میں وہ بہت حد تک حق بجانب بھی ہوتے لیکن در اصل دہ بالواسطہ ایسی بحث یا نزاع میں پڑ کر یہودیوں کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۱۹ ویں صدی میں مقلدین و غیر مقلدین کے نزاعات اسی نوعیت کے ہیں۔ چونکہ ان دنوں خاندان ولی اللہی دہلی کا علمی مرکز تھا لہٰذا اسے توڑنے اور برباد کرنے کی سازش کی گئی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے انتقال فرماتے ہی وہ آخری شخصیت بھی چلی گئی جو سد راہ بن سکتی تھی۔ چنانچہ اسی خاندان سے مستفید و فیض یاب افراد کے مابین و مناقشے شروع ہوئے جس نے تاریخ کا رخ ہی بدل دیا۔ جہاں ایک طرف سید احمد شہید' شاہ اسماعیل شہید' شاہ محمد اسحاق اور مولانا نذیر حسین تھے تو دوسری طرف شاہ مخصوص اللہ' مولانا فضل حق' شاہ احمد سعید اور مولانا صدر الدین آزردہ۔

حالیہ دنوں میں طلاق ثلاثہ کی بحث شروع ہوئی ہے وہ اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے واقعات کے پیش نظر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی آئندہ کے سخت حالات میں سخت ضرورت ہے اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ احناف اور اہل حدیث باہم دست و گریباں ہو جائیں۔

(۵) یہودیوں کی ایک اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی مقبول اور صحیح بات کو ایک ایسے

وقت میں حکمرانوں، علماء اور عامۃ المسلمین کے مابین بحث کا موضوع بنا ڈالتے ہیں جو وقت مسلمانوں کے اعتبار خلاف مصلحت ہوتا ہے یعنی صحیح موقف کو غلط طریقے سے غلط وقت میں پیش کرنا۔ اس کی مثال ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں برپا قادیانی مسئلہ سے لی جا سکتی ہے۔

قادیانیوں کی خلاف اسلام حرکتوں اور ان کے غیر مسلم ہونے سے امت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس اعتبار سے ان کے خلاف آواز بلند کرنا ایک درست بات تھی۔ لیکن جب آپ دیکھیں گے کہ یہی درست بات کس طرح غلط وقت میں اور مسلمانوں کی مصلحت کے برخلاف موضوع بحث بنائی گئی تو اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے پیچھے یہودی ذہن کار فرما تھا۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے تمام علماء نے ایک تاریخی محضر مرتب کر کے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ ملک کو ایک اسلامی مملکت قرار دے کر اس کے قوانین کو اسلامی شکل میں مدون کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان کی قومی اسمبلی کو قرارداد منظور کرنا پڑی جس کے تحت حکومت پابند ہوگئی کہ وہ اسلام کے مطابق دستور سازی کرے۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں دستوری بل وہاں کی قومی اسمبلی میں پیش ہونا تھا جس کے منظور ہونے کے بعد پاکستان میں ایک اسلامی دستور نافذ العمل ہو جاتا۔ لیکن عین اس اجلاس سے چند ماہ قبل ملک میں قادیانی مسئلہ بحث کا موضوع بنا دیا گیا جو رفتہ رفتہ ایک بڑی ہنگامہ آرائی میں تبدیل ہوگیا۔ ہرچند کہ بعض ذہین شخصیتیں مثلاً" مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہ اس دام ہمرنگ زمین کو سمجھ چکے تھے اور ابتدا" انہوں نے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ مسلمان چند ماہ انتظار کر لیں، دستوری بل پیش ہوا چاہتا ہے، اسے پاس ہو جانے دیں اور پاکستان میں ایک اسلامی دستور نافذ ہو جانے دیں۔ پھر خود بہ خود قادیانی اور اس طرح کے دیگر مسائل ختم ہو جائیں گے۔ ملک میں Infrastructure کی کمی اور بعض دیگر باتیں سد راہ ہوگئیں اور ان کی بات صدا بصحرا ثابت ہوئی اور حالات قابو سے باہر ہوگئے۔ سازش کرنے والوں کا بنیادی مقصد ملک کو بحران میں مبتلا کر کے اسلامی دستور سازی سے روکنا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی حالات نے عوامی تحریک کا رخ اختیار کیا انہوں نے لاہور میں مارشل لاء لگا دیا، قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور اسلامی دستور سازی کم از کم ۲۰ سالوں تک سرد خانوں میں چلی گئی۔

یہودیوں کی ان سازشوں کا ہندوستان میں سب سے پہلے احساس حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ہوا۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہم نے شاہ صاحب اور ان کے جلیل القدر بیٹے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو سمجھنے کا حق ادا نہیں کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ ۱۱۴۳ ہجری سے قبل شاہ صاحب بھی ہندوستان میں برپا ہونے والے ان مسئلوں کو شیعہ سنی تناظر

اور سلطنت مغلیہ کی کمزوریوں کے اعتبار سے دیکھتے رہے تھے۔ لیکن ۱۱۴۳ ہجری میں انہیں اس کا بخوبی احساس ہوگیا کہ یہ کوئی اور گہری اور عالمی سازش ہے اور اس کا سمجھنا اور مقابلہ کرنا ملکی سطح پر رہ کر ناممکن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا فیصلہ کیا کہ وہ حجاز تشریف لے جائیں اور حالات و واقعات کا عالمی تناظر میں جائزہ لیں۔ ممکن ہے شاہ صاحب ۱۱۴۳ ہجری سے کم از کم بارہ سال قبل ہی اس مسئلہ پر غور کر رہے ہوں لیکن وہ ایک نتیجے پر یقیناً" ۱۱۴۳ ہجری میں پہنچے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں وہ کیا لکھتے ہیں :

"احوال ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشا فقیر است۔ بلاد عرب نیز دیدم۔ واحوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدم۔"

اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ان حالات و واقعات کو عالمی تناظر میں دیکھ رہے تھے۔ اس کا مزید ثبوت حجۃ اللہ البالغہ کی تصنیف سے ملتا ہے جس کا پس منظر اسی کی تمہید میں شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو تاریخ انسانی میں واقع ہونے والی اس عالمگیر یہودی سازش اور اس سے مقابلہ آرائی کے لیے امت مسلمہ کو تیار کرنے کی پہلی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ قرار دی جا سکتی ہے اور اس سازش کی طرف پہلا اشارہ اس کے مقدمہ میں ملتا ہے۔ اسی تمہید کے بین السطور میں اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ شاہ صاحب کو ایسے افراد میسر تھے جنہوں نے ۱۱۴۳ھ سے قبل مغرب میں واقع ہونے والی نشاۃ ثانیہ کے بعد کی علمی و فکری تبدیلی کا براہ راست اور بھرپور مطالعہ فراہم کیا تھا۔ کم از کم میرے علم میں اس وقت تک عربی، ترکی اور فارسی زبانوں میں ایسی کوئی معلومات فراہم نہ تھی۔ یہ ایک المیہ ہے کہ ہم نے شاہ صاحب کی کوششوں کو اپنی تنگ نظری اور نارسائی پر قیاس کیا۔

گزشتہ دو سو سالوں میں ہندوستان کے عام حالات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔

ہندوستان میں تبدیلی لانے والے عناصر کی تین قسمیں ہیں :

(۱) وہ گروہ جو ریڈیکل کہلاتے ہیں۔

(۲) وہ گروہ جسے براہ راست اقدام کرنے والا گروہ کہہ سکتے ہیں۔

(۳) وہ گروہ جسے بالواسطہ اقدام کرنے والا گروہ کہا جاتا ہے۔

ہندوستان کی تمام کمیونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیاں مثلاً" سی پی آئی CPI، سی پی آئی ایم CPIM، سی پی آئی ایم ایل CPI-ML، آئی پی ایف IPF اور وہ تمام پارٹیاں جو سوشلزم کو اپنا ہدف قرار دیتی ہیں خواہ وہ کسی نام سے ہوں ریڈیکل گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

ہندوستان کی تمام پارٹیاں جو براہ راست احیاء پرستانہ تحریک چلا رہی ہیں، اس زمرے میں آتی ہیں۔ آج انہیں آسانی کی خاطر سنگھ پریوار کہا جاتا ہے۔ ان میں آر ایس ایس، بی جے پی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، شیوسینا، ہندو مہاسبھا وغیرہ خاص ہیں۔

ہندوستان کی تمام وہ پارٹیاں جو کانگریس یا اس سے الگ ہو کر بنی ہوئی پارٹیاں کہلاتی ہیں، بالواسطہ اقدام کرنے والی پارٹیاں کہلاتی ہیں۔

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہودیوں کا ان تینوں گروہوں سے براہ راست تعلق ہے۔ کیمونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیاں تو عالمی سطح پر براہ راست یہودیوں کے ذریعہ ہی چلائی جاتی رہی ہیں۔ اور ہندوستان میں بھی ان کے ۹۵ فیصد اعلیٰ ترین قیادت برہمنوں پر ہی مشتمل ہے۔

جہاں تک سنگھ پریوار کا تعلق ہے تو وہ یہودیوں کی خانہ زاد تحریک ہے۔ اور ان کی تشکیل جرمنی اور مشرقی یورپ کے یہودی تنظیموں کے طرز پر ہوئی۔ ان کے بڑے لیڈر ابتداء سے ہی اسرائیل کا دورہ کرتے رہے ہیں اور اس سال تو انہوں نے عالمی یہودیوں کانگریس سے علانیہ اپنے ربط کا اظہار کیا ہے۔

جہاں تک کانگریس اور اسی قبیل کی پارٹیوں کا تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ یہودی ہمیشہ سے کانگریس کے پشتی بان رہے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے یہودی وائسرائے لارڈ ریڈنگ اور پارلیمنٹری انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا مسٹر مانٹیگو کی مدد علانیہ انہیں حاصل رہی۔ ایڈون سموئیل مانٹیگو Edvin Samuel Montague (۱۸۷۹-۱۹۲۴ء) نے مانٹیگو چمسفورڈ اصلاحات ۱۹۱۹ء Montague-Chelmsford Reforms میں اہم رول ادا کیا اور ہندوستان کی سلطنت ہندوؤں کو براہ کانگریس منتقل کرنے کی راہ استوار کی۔ اسی طرح لارڈ ریڈنگ کے غیر معمولی کارنامے دو ہیں۔

(۱) ہندوستان میں منظم طریقے سے ہندو مسلم فساد برپا کرانا۔ اور

(۲) سلطنت آصفیہ حکومت برطانیہ کے مابین ہونے والے معاہدے کی ایک انوکھی تعبیر کرنا۔

یہ بات تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی اعلیٰ ترین قیادت کے اہم ترین اور سب پر حاوی بین الاقوامی مشیر دو یہودی ایچ سی ایل پولک ۱۸۸۲ء H.C.L Polak اور ہرمن کالن باخ (۱۸۷۱-۱۹۴۵ء) Hermann Kallenbach تھے۔ اس سلسلے میں ایچ سی پولک کا مضمون اس کی

مضمون اس کی ہندوستانی قیادت سے تعلقات کی نوعیت اور اس کے داعیہ پر بہترین طریقے سے روشنی ڈالتا ہے جو دی جیوش کرانیکل لندن 1913 The Jewish Chronicle London میں شائع ہوا ہے۔

بالواسطہ کام کرنے والی سب سے بڑی اور سب سے پھیلی ہوئی تنظیم کانگریس پارٹی ہے۔ اس کا اصل مقصد ہندوستان کے تناظر میں سیکولرائزیشن اور انڈیانائزیشن Secularisation Indianisation ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس ملک میں دیگر قوموں کو سیکولرائز کر کے انڈیانائز کرنا۔ یہ انڈیانائزیشن کی وہ شکل ہے جسے بالواسطہ انڈیانائزیشن کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام گنگا جمنی یا ملی جلی ثقافت Composite culture کا قیام ہے۔ چنانچہ اس نصب العین کے حصول کے لیے دستور میں ایک مخصوص باب شامل کیا گیا ہے جو در اصل ہندوستان میں قائم ہر حکومت کا نصب العین ہوگا۔ دستور کا یہ باب رہنما اصول Directive Principles کہلاتا ہے۔ دستور کی دفعہ ۴۴ جو ہندوستان میں یکساں سول کوڈ کے قیام کا عزم رکھتا ہے، وہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

براہ راست اقدام کرنے کے طریقے سے مراد Direct Indianisation ہے۔ سنگھ پریوار یعنی آر ایس ایس، بی جے پی، وشو ہندو پریشد وغیرہم کا یہی طریقہ کار ہے۔ وہ اپنے اس موقف کو بلا کم وکاست اور علانیہ پیش کرتے ہیں۔ اور دیگر قوموں کو صاف صاف ہندو ہوجانے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ریڈیکل تنظیمیں عام طور پر مذہبی تہذیبی، لسانی، علاقائی امور سے تعرض نہیں کرتیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ نہ تو فرقہ وارانہ پارٹیاں ہیں اور نہ فاشسٹ۔ لیکن کسی چیز کے پیش کرنے اور اس کے سمجھنے کا فرق ہے۔ عام طور پر ریڈیکل پارٹیوں مثلاً" کمیونسٹ پارٹی، سی پی آئی ایم۔ آئی پی ایف وغیرہم کی کوشش غریبوں، مزدوروں، غریب کاشت کاروں، بے زمین لوگوں اور کاشت کار مزدوروں کے لیے جدوجہد کرنے کی ہوتی ہے لیکن ان کی اصل حقیقت سمجھنے کے لیے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ ان کے ہدف اور اصول مقصد کی اصل حقیقت کیا ہے۔

کمیونسٹ پارٹیوں کے سلسلے میں کچھ باتیں پہلے آچکی ہیں۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ تاریخ کے تناظر میں ان کی کوشش کا جائزہ لیا جائے۔

فروری ۱۷۶۵ء اور اکتوبر ۱۷۶۵ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی مغل بادشاہ شاہ عالم سے دو چیزیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ یہ دونوں چیزیں بنگال کی دیوانی کہلاتی ہیں۔ اس اختیار کے

حصول کے بعد انہوں نے مسلمانوں کی معاشیات پر ایک کاری ضرب لگائی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی قوت کے سرچشموں میں سے ایک ان کا نظام اراضی بھی تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے مسلمانوں کو زمین سے بے دخل کرنے کے لیے ۱۷۷۶ء میں دوامی بندوبست Permanent Settlement کا قانون پاس کیا۔ گویا اس طرح بیک وقت دو باتیں واقع ہوئیں۔ اولاً" مسلمان اپنی زمینوں سے بے دخل ہوگئے اور ثانیاً" وہ زمینیں ہندوؤں کو منتقل ہوگئیں۔ اسی طرح کے قوانین شمالی ہندوستان میں رعیت واری طریقہ Rytwari system اور مغربی ہندوستان میں محال واری طریقہ Mahalwari system کے نام سے نافذ کیے گئے۔ اسی طرح دیکھتے دیکھتے پچاس سالوں کے اندر یعنی ۱۹۵۰ء سے قبل مسلمان سارے ہندوستان کی زمینوں سے بے دخل کر دیے گئے۔ جب انگریزوں کا ۱۸۵۷ء کے بعد کلی اقتدار قائم ہوگیا تب تو مسلمان حکومت، تجارت، زراعت اور صنعت تمام سے عملاً" بے دخل کیے جا چکے تھے۔ صرف چھوٹی چھوٹی زمینداریاں اور دیگر معاشی کام ان کے ہاتھوں میں رہ گئے۔

۱۹۴۷ء کے بعد یہ مشن Mission جو ہنوز نامکمل تھا، دو سطحوں سے پورا کیا جانے لگا۔ قانونی اور سرکاری سطح پر زمینی اصلاحات کے قوانین Land Reform Acts پاس کیے گئے۔ ہندو یا تو بے دخل ہونے سے رہے یا منتقل ہو کر تجارت، صنعت، حکومت اور سیاست میں چلے گئے۔ مکمل بربادی صرف مسلمانوں کے حصے میں آئی۔

دوسری طرف یہی کام ریڈیکل عناصر نے کمیونسٹ پارٹیوں کے ذریعہ مزدوروں، کاشت کاروں اور بے زمین کسانوں کے نام پر کیے۔

علاوہ ازیں کمیونسٹ پارٹیوں نے ہندو مذہب کا ایک بڑا اور اہم قدیمی مشن پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے جسے ازسرنو درجہ بندی Restratification کہتے ہیں۔ جیسے جیسے ان تینوں گروہوں کے اصل مقاصد پورے ہوتے جا رہے ہیں، یہ اپنی کارکردگی کے اعتبار سے اندرونی طور پر ایک دوسرے کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کے مقاصد پورے ہو گئے تو آنے والے دنوں میں یہ ایک واحد پارٹی بن جائیں گے یا دو پارٹیوں کی شکل میں متبادل طور پر نظم حکومت چلائیں گے جیسا کہ یہودیوں نے امریکہ میں قائم کر رکھا ہے۔

سوالات وجوابات

سوال ۱: یہودیوں کی اتنی گہری اور زبردست سازش کے مقابلے کا کوئی امکان بھی ہے؟ اگر ہے تو طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: یہودیوں کی سازش بلاشبہ نہایت گہری اور زبردست ہے لیکن امت مسلمہ اس کا مقابلہ کرنے کی الحمد للہ پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ امت حامل قرآن وسنت ہے اور زندگی کے تمام معاملوں میں اور تاصبح قیامت انسانی تاریخ کے ہر مرحلے میں قرآن وسنت اس کے لیے کافی ہیں۔

قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بنو اسرائیل کا ذکر ہے اور جملہ چیزوں سے متعلق کافی ہدایت فراہم ہے۔ قرآن واحادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہود اور ان کے حلیفوں سے اسلام اور مسلمانوں کی معرکہ آرائی مقدر اور منصوص ہے۔ ہمیں ان سے باخبر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس قرآن واحادیث کی شکل میں یہودیوں کی تاریخ، نفسیات اور ان کے رویے کی بھرپور معلومات ہے۔ مثلاً" قرآن میں سورۂ جمعہ میں فرمایا گیا ہے کہ یہودی موت سے گھبراتے ہیں، وہ مرنا نہیں چاہتے۔ قرآن کی یہ بات کس قدر صحیح ہے جسے آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ حکومت اسرائیل اور تمام یہودیوں کا خوف دراصل موت کا خوف ہے۔ کروڑوں ڈالر کے نقصان پر ان کی پیشانیاں شکن آلود نہیں ہوتیں لیکن ایک یہودی کی موت یا موت کا خوف انہیں گھبرا دیتا ہے۔ اسرائیل اور یہودی مسلمانوں کی ان تحریکوں اور تنظیموں سے سب سے زیادہ گھبراتے ہیں اور انہیں زندہ رہنے کی اجازت تک دینے کو تیار نہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دیتی ہیں۔ مسلمانوں کی وہ تحریکیں اور تنظیمیں انہیں بہت پسند ہیں جو یا تو جہاد سے امت کو روکتی ہیں یا جہاد کی ایسی تاویل کرتی ہیں جن سے زمین سے قتال کی نوبت ہی نہ آئے۔ ہم اپنے اسلاف میں ایک غیر معمولی بات دیکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ انہوں نے بنو اسرائیل سے متعلق ہر بات خواہ وہ کسی قسم کی ہو، جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر ان کے لاشعور میں کیا بات تھی؟

بڑے افسوس کی بات ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے اور بطور خاص جب سے مغربی تہذیب پھیلی ہے، اس سرمائے کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے اور ایسا کرنے میں بعض نہایت سنجیدہ افراد بھی شامل ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جن کی ثقاہت پر اعتماد کیے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں اس لیے کہ اسلام کا سارا سرمایہ ان سے ہو کر ہی ہم تک پہنچا ہے، انہوں نے آخر ایسا کیوں کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم کو اسرائیلیات کے اس سرمائے کو جمع کرنے کی ضرورت اور ان سے استفادہ کی شکل کے سلسلے میں غلط فہمی ہو رہی ہے؟

میرا خیال ہے کہ ان بزرگوں پر قرآن واحادیث کے عمیق مطالعے سے جو بات منکشف
ہوئی ہوگی' وہ اسلام اور مسلمانوں سے یہودیت اور یہودیوں کی معرکہ آرائی کی مقدر صورت
ہے۔ یہ وہی معرکے اور فتنے ہیں جن کا آغاز کسی نہ کسی شکل میں عہد نبوی ﷺ میں ہی ہو
گیا تھا۔ ذخیرۂ احادیث کے عنوانات :

() () النهى عن سوال اهل الكتاب (۲) تكاتهم اليهود احكام
التوراة عن النبي ﷺ (۳) جبريل عدو اليهود (۴) النهى عن تقليد
اليهود والنصارىٰ فى تحيتهم (۵) اذا لقيتم اليهود والنصارىٰ فى
طريق اضطروهم الى اضيقها (۶) اجلاء النبى صلى الله عليه وسلم
جميع اليهود من المدينه (۷) اجلاء عمر ليهود خيبر (۸) وصية
النبى صلى الله عليه وسلم باخراج اليهود من الحجاز و اهل نجران
من جزيرة العرب (۹) اجلاء عمر اليهود من نجران وفدك (۱۰) امر
النبىؐ باخراج اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب (۱۱) عزم عمر على
اخراجهم (۱۲) قصة ابن صياد (۱۳) اور تمیم داری کی حدیث اسی سلسلے کا مرحلہ
ابتدائی ہیں۔ اور جس کی انتہا کی خبر ان حدیثوں میں ملتی ہے جس کا ذکر مثلاً" مشکوۃ کی
کتاب الفتن اور ذیلی ابواب میں آئے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ ان بزرگوں نے یہ سارا رطب دیا بس اسی لیے جمع کر دیا ہے تا کہ ہم
بنو اسرائیل کی پوری پوری معلومات رکھیں۔ اور ان فتنوں سے محفوظ رہنے اور ان کا مقابلہ
کرنے کی تدبیر کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے معلومات ہوتا ہے کہ انہیں خوف تھا کہ
یہ امت یہود و نصاریٰ کے لیے نقش قدم پر چلنے لگے گی۔ انہیں' اس کا بھی خوف تھا کہ یہ
امت مال کے فتنے میں مبتلا ہو جائے گی اور اس میں وہن پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا آنحضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے متنبہ کیا ہے جن سے یہودی مزاج' یہودی فکر اور
یہودی تصورات و معیارات پیدا ہوں۔ لہٰذا یہودی مزاج' یہودی فکر' یہودی تصورات و
معیارات سے بچنے اور امت کی ہر صالح قوت کی حفاظت کے لیے جو حصن حصین ہے اس
کی حفاظت کی ترغیب دلائی گئی جو امت کی تمام قوتوں کا سرچشمہ' تمام مشکلوں کا مداوا اور تمام
دکھوں کا علاج ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ جسے ذروۃ سنامہ کہا گیا۔ کہا گیا: الجهاد
ماض منذ بعثنى الله الى ان يقاتل اخر امتى الدجال' لا يبطله جور جائر

ولا عدل عادل

چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سازش سے مقابلہ آرائی کے لیے کافی سامان موجود ہے۔ اور وہ ہیں: بنو اسرائیل یعنی موجودہ مغربی افکار و نظریات اور معیارات سے کلی اجتناب، قرآن و سنت اور اس کی روح اور الفاظ سے کلی تمسک، دنیا اور حصول مال سے توحش اور جہاد فی سبیل اللہ۔ اور جہاد فی سبیل اللہ سے مراد وہ جہاد ہے جس کا تذکرہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے:

لا یکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ و جرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک (متفق علیہ)

اس تدبیر کے موثر ہونے کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ یہی بات ہے جس سے مغرب نے گزشتہ دو سو سالوں سے ہمیں الگ رکھنا چاہا ہے۔

سوال ۲:۔ دنیا میں یہودیوں کی کیا صورت حال ہے؟

جواب:۔ دنیا میں یہودیوں کی تعداد تقریباً" ۴ کروڑ ہے۔ اس میں بہت بڑی تعداد اسرائیل میں آباد ہے۔ اسرائیل کے علاوہ ان کی بڑی آبادیاں امریکہ، مشرق و مغربی یورپ، روس، وسطی ایشیا، مغرب، مصر، عراق، ایران وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ افغانستان میں بھی یہودی بڑی تعداد میں تھے۔ لیکن گزشتہ دس سالوں میں ان کی معتد بہ تعداد ترک وطن کر چکی ہے۔ وسطی ایشیا میں ان کی بڑی آبادیاں کرغیزستان، ازبکستان، تاجکستان اور ترکمانستان میں پائی جاتی ہیں۔ کرغیزستان پر ان کی گرفت نہایت مضبوط ہے۔ یوں تو وسطی ایشیا کے تمام ملکوں سے ان کے بڑے گہرے روابط ہیں۔ دراصل ان کی وجہ یہ ہے کہ کمیونسٹ کے زمانے میں انہیں یہودیوں کا وہاں بول بالا تھا اور چونکہ وہاں کی حکومتیں وہاں کے عوام کی نمائندہ اب بھی نہیں بن سکی ہیں اور درپردہ وہی کمیونسٹ حکومت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان یہودیوں کو اب بھی رسوخ حاصل ہے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہودی ریاست باضابطہ طور پر صرف اسرائیل میں قائم ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ دنیا میں کم از کم دو اور ایسی ریاستیں پائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ اسرائیل اور ان ریاستوں میں کچھ فرق ہے۔ اسرائیل کے علاوہ دو دیگر ریاستوں میں پہلی جارجین جیوش اوبلاسٹ Georgian Jewish Oblast کہلاتی ہے جو جارجیا یعنی گرجستھان میں واقع ہے۔ اور دوسری ریاست بیرو بیذان Birobidzan کہلاتی ہے۔ یہ ریاست چین اور منگولیا کے شمال مشرق میں ایک دشوار گزر علاقے میں قائم ہے۔ اور بہت

حد تک نہایت خفیہ ہے۔

سوال ۳:۔ جامعہ ازہر میں یہودی کس طرح داخل ہوئے؟

جواب :۔ مختلف طریقوں سے : ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی علوم میں
مہارت حاصل کی، پھر طالب علموں کی طرح اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے واں داخل
ہوگئے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ غیر مسلموں کی طرح آئے اور اسلام قبول کیا پھر وہاں تعلیم
حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ کچھ دنوں میں وہاں علم اور رسوخ حاصل کر لیا۔ تیسرا طریقہ براہ
راست ہے اور یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی علوم پر قدرت حاصل کی اور کسی مسلم علاقے
میں چلے گئے اور وہاں خود کو عالم دین ظاہر کیا اور پھر وہاں سے ازہر جیسے مقتدر ادارے میں
منتقل ہوگئے۔

یہ بات چنداں محال بھی نہیں اس لیے کہ مجھے ایک باوثوق شخص سے معلوم ہوا کہ
انگلستان میں عیسائیوں کے ذریعہ ایسے ادارے چلائے جاتے ہیں جہاں قرآن واحادیث کی اسی
طرح تعلیم دی جاتی ہے جیسے ہمارے کسی بہترین مدرسہ میں۔ ظاہر ہے ان جیسے اداروں میں
ایسے افراد پیدا کیے جا سکتے ہیں۔

ایک صاحب نے ایک غیر مسلم ملک کے محکمہ سراغرسانی کے ایک بڑے افسر کے
بارے میں بتایا جو غیر مسلم تھا کہ وہ افسر ایک مسجد میں کئی سالوں تک امامت اور خطابت کی
ذمہ داریاں ادا کرتا رہا۔

سوال ۴:۔ یہودی نہایت ترقی یافتہ نظر آتے ہیں جبکہ قرآن میں آیا ہے کہ ان پر
ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی ہے۔ اس کی کیسے تطبیق ہو سکتی ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ جہاں مذکورہ آیات پر غور فکر کی ضرورت ہے یعنی (البقرہ ۶۱ اور آل
عمران ۱۱۲) پر، وہیں سورہ اسراء آیات ۴ یا ۸ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ان آیات کے نزول سے قبل دوبارہ یہود بیت المقدس سے نکالے گئے۔ پہلی بار یہ
واقعہ ۵۸۶ قبل مسیح میں ہوا اور دوسرا واقعہ ۷۰ بعد مسیح میں ٹائی ٹس کے ہاتھوں۔

ان آیات کو آپ پڑھیں تو محسوس ہوگا کہ وہ آخری مرحلہ شروع ہوتا ہوا نظر آتا
ہے۔ عالم اسلام کے مختلف علماء کرام اور اکابرین کا احصاء تو یہاں ممکن نہیں، تاہم ہندوستان
کے چار بزرگوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جن کا ذہن ایک مخصوص نکتے پر مرکوز ہوا۔

سب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب نے القول الجلی اور پھر فیوض الحرمین میں اس طرف
اشارہ کیا ہے۔

ان کے بعد ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین صاحب نے قیامت نامہ تصنیف فرمایا۔ آثار قیامت اور اشراط الساعہ کی احادیث کو جمع کرنا یوں تو ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ تاہم ان کی موجودہ ترتیب جو قیامت نامہ میں مذکور ہے وہ کم از کم اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ شاہ صاحب کھول کر عام فہم طریقے سے باخبر کرنا چاہتے تھے۔

شاہ رفیع الدین صاحب کے بعد حضرت تھانوی نے اس رسالہ کو اپنی کتاب بہشتی زیور میں نقل فرما کر اسے عوام الناس بلکہ عام پڑھی لکھی دیہاتی خواتین تک پہنچانے کا کام مکمل کر دیا۔

یہاں بطور معترضہ کے یہ بات کہنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ گزشتہ تیس سالوں میں مسلم معاشرے میں ایک غیر معمولی تبدیلی نظر آتی ہے۔ تیس سالوں قبل تک مسلمانوں کے ہر طبقے میں کیا علماء کیا دیگر پڑھے لکھے افراد کیا عامی کیا خواتین کیا ان پڑھ سبھی بات بات پر قیامت' قرب قیامت اور آثار قیامت کی بات کرتے تھے۔ جب بھی انہیں کوئی عجیب و غریب بات سننے کو ملتی تو ان کا ذہن معاً" قیامت کی طرف چلا جاتا تھا۔ ان باتوں اور علامتوں کا تو ذکر ہی کیا جن کا تذکرہ قرآن یا احادیث میں ہوا ہے۔ لیکن آج صورت حال یکسر بدل گئی ہے۔ عامی اور کم پڑھے لکھے لوگ تو الگ رہے علماء اور دیندار افراد بھی قیامت کا کم ہی تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اگر کرتے ہیں تو بس ایک علمی چیز کی حیثیت سے اور اخبار و آثار کی تطبیق کی طرف شاید ہی ان کا ذہن منعطف ہوتا ہے۔

چوتھی شخصیت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی ہے۔ آپ نے مسجد اقصیٰ میں آتش زدگی کے واقعہ کے بعد ایک چھوٹا سا رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا نام ہے سانحہ مسجد اقصیٰ۔ مولانا آگ لگنے کے اس واقعے کو محض ایک حادثہ قرار نہیں دیتے اور نہ کوئی معمولی شرارت بلکہ ان کا ذہن ان باتوں کی طرف گیا جن کی خبر قرآن واحادیث میں دی گئی ہے۔

خلافت کا ٹوٹنا' اسرائیل کا قیام' ساری دنیا کے یہودیوں کا اسرائیل میں جمع ہونا' بیت المقدس پر ان کا قبضہ' ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا آغاز' مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو اندر سے کھوکھلا کر دینا' اور بالآخر مسجد اقصیٰ میں آتش زدگی یہ ایک گہری سازش کا حصہ ہی ہو سکتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ آخری مرحلہ آپہنچا ہے۔

میں کوئی حتمی بات نہیں کر رہا ہوں۔ آپ حضرات اہل علم ہیں خود ان امور پر غور کر سکتے ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی

بین الاقوامی لابیاں' قادیانی گروہ اور بعض پاکستانی دانش ور

"نوائے وقت" میں "اور پاکستان بدنام ہو رہا ہے!" کے عنوان سے اصغر علی گھرال کے مضمون کی تین قسطیں نظر سے گزریں جس میں انہوں نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات اور ان کے حوالہ سے عالمی سطح پر قادیانیوں کی طرف سے پاکستان کو بدنام کرنے کی مہم کا ذکر کیا ہے اور قادیانیوں کو یہ تسلی دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے خلاف شور و غوغا صرف تنگ نظر ملاؤں نے بپا کر رکھا ہے ورنہ عام مسلمانوں کو ان سے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ ہی ملک کی عام آبادی قادیانیوں کے خلاف کسی قسم کی مہم میں شریک ہے۔ اصغر علی گھرال نے پارسی کالم نگار اردشیر کاؤس جی کے ایک مضمون کا بھی حوالہ دیا جس میں انہی مقدمات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور قادیانیوں کی مبینہ مظلومیت کی دہائی دی گئی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ قادیانی گروہ نے کچھ عرصہ سے لندن کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر دنیا بھر میں یہ پراپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کے مذہبی حقوق پامال کیے جا رہے ہیں' ان کی شہری آزادیاں محدود کر دی گئی ہیں' اور انہیں مذہب کی تبلیغ اور عبادت کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے' ان کے اس موقف کو مغربی ذرائع ابلاغ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے اداروں کے ساتھ ساتھ امریکی حکومت کی بھی باقاعدہ سرپرستی حاصل ہے اور امریکی وزارت خارجہ ہر سال پاکستان کے بارے میں اپنی سالانہ رپورٹ میں قادیانیوں کے اس موقف کی حمایت کرتی ہے جس کے ساتھ سرکاری طور پر حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف کاروائیاں روک دی جائیں اور ان کے خلاف کیے گئے' آئینی اور قانونی فیصلے واپس لیے جائیں مثلاً" مارچ ۹۶ء میں امریکی وزارت خارجہ نے پاکستان کے بارے میں جو رپورٹ جاری کی' اس میں کہا گیا ہے کہ قادیانیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں۔ قادیانیوں کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے پاسپورٹ نہیں دیا جاتا' ان پر توہین رسالت کے مقدمات بنا دیے جاتے ہیں اور توہین رسالت کے قانون کا ناجائز استعمال ہوتا ہے۔

اس کشمکش سے نکلنے کا ایک راستہ تو یہ ہے کہ قادیانیوں اور ان کے بارے میں امریکی وزارت خارجہ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور مغربی ذرائع ابلاغ کے موقف کو آنکھیں بند کر کے درست تسلیم کر لیا جائے اور پھر "تنگ نظر ملاؤں" کو اس ساری صورت حال کا ذمہ دار ٹھہرا کر قادیانیوں اور ان کے سرپرستوں کو دلاسا دینے کی کوشش کی جائے۔ ہمارے ان محترم دانشوروں اصغر علی گھرال اور اردشیر کاؤس جی نے یہی راستہ اختیار کیا ہے مگر ہمیں اس سے شدید اختلاف ہے کیونکہ اگر حق کی تلاش اور اس کی حمایت کا یہی معیار ہے تو پھر سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور مصر کے ڈاکٹر نصر ابو زید کا کوئی قصور نہیں ہے کہ ان کے بارے میں مغربی لابیوں کا موقف تسلیم نہ کیا جائے اور انہیں مظلوم قرار دے کر ان کی حمایت نہ کی جائے اس لیے کہ معاملہ وہاں بھی آزادی رائے اور شہری حقوق کا ہے اور مغرب اسی حوالہ سے ان کی سرپرستی کر رہا ہے۔ سلمان رشدی کا معاملہ تو سب کے علم میں ہے البتہ قارئین کی معلومات کے لیے تسلیمہ نسرین اور ڈاکٹر نصر ابو زید کے بارے میں کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تسلیمہ نسرین کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے اور وہ مصنفہ ہے۔ اس کی متعدد تصانیف اہل مذہب کے ہاں قابل اعتراض ہیں مثلاً" ایک مقام پر اس خاتون نے لکھا ہے کہ "قرآن کریم میں عورتوں اور مردوں کے بارے میں جو ضابطے بیان کیے گئے وہ (نعوذ باللہ) فرسودہ ہو گئے ہیں اس لیے ان میں ترمیم کی ضرورت ہے تاکہ انہیں آج کی سوسائٹی کے لیے قابل قبول بنایا جا سکے۔" اس پر مذہبی حلقوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور تسلیمہ نسرین کے خلاف توہین مذہب کا مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا جس پر یہ مقدمہ درج ہو گیا' اس کی سزا بنگلہ دیش کے قانون کے مطابق صرف تین سال قید ہے' مغربی لابیوں کو آزادی رائے کی ایک نئی ہیروئن مل گئی' یورپی ممالک کے وزرائے خارجہ کی سطح پر اس کے تحفظ پر غور کیا گیا اور باقاعدہ پلاننگ کے تحت ڈھاکہ میں ایک مغربی ملک کے سفارت خانے میں اسے سیاسی پناہ دلوا کر یورپ پہنچا دیا گیا جہاں اسے مکمل پروٹوکول اور تحفظ حاصل ہے۔ ڈاکٹر نصر ابو زید کا تعلق قاہرہ سے ہے۔ اس نے تسلیمہ نسرین سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر یہ لکھ دیا کہ "پورا قرآن ہی (نعوذ باللہ) ایک ان پڑھ بادیہ نشین کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس لیے نئی نسل کو اس "خرافات" سے جلد از جلد نجات حاصل کر لینی چاہیے۔" اس پر قاہرہ کے چند غیور وکلاء نے اس کے خلاف مقدمہ درج کرایا اور ایک عدالت نے اسے مرتد قرار دے کر تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی' یہ ڈاکٹر نصر ابو زید بھی آج کل یورپ میں بیٹھا ہے اور آزادی رائے اور انسانی حقوق کے نام پر ناز برداری کا

لطف اٹھا رہا ہے۔ ہم اصغر گھرال اور اردشیر کاؤس جی سے بصد احترام یہ عرض کریں گے کہ ان کے مضامین میں اس مسئلہ کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی بجائے مغرب کے موقف کی ترجمانی کی گئی ہے اور قادیانیوں کے بارے میں "ایمنسٹی انٹرنیشنل" ہی کی سالانہ رپورٹ کو ایک الگ انداز سے پیش کیا گیا ہے، اگر ہماری اس بات پر کوئی شک ہو تو پاکستان کے بارے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی وزارت خارجہ کی گزشتہ دو سال کی رپورٹیں سامنے رکھ لی جائیں اور گھرال صاحب اور کاؤس جی صاحب کے مضامین کے ساتھ ان کا تقابل کر لیا جائے تو کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے گا۔ مگر ہمارے لیے اس مغربی موقف کو قبول کرنا مشکل ہے۔ اصول و نظریات کے حوالہ سے بھی اور واقعات و حقائق کی بنیاد پر بھی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقف کا ایک حد تک جائزہ لیا جائے تا کہ "دو تنگ نظر ملا" جو شور و غوغا کر رہا ہے، اس کی وجہ بھی سمجھ آ سکے۔

اس سلسلہ میں پہلی گزارش یہ ہے کہ شہری آزادیوں اور انسانی حقوق کا جو تصور مغرب نے پیش کر رکھا ہے اور جسے اقوام متحدہ کے منشور اور جنیوا انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں کے زور پر ہم سے منوانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے دینی معتقدات، مذہبی احکام اور تہذیبی تسلسل کے منافی ہے۔

۱۔ مغرب کے ہاں مذہب انفرادی اور اختیاری فعل ہے اور ہمارے ہاں مذہب ریاست اور سوسائٹی کی بنیاد ہے اس لیے ہم مذہب کے بارے میں مغربی فلسفہ کی پیروی نہیں کر سکتے۔

۲۔ مغرب کے ہاں آزادی رائے کا تصور یہ ہے کہ خدا، رسول اور مذہب سمیت ہر شخصیت اور ادارے پر تنقید کی جا سکتی ہے اور اس کا تمسخر اڑایا جا سکتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں اس کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ مغرب کے ہاں مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط اور باہمی رضامندی سے جنسی تعلقات تک پر کوئی قدغن نہیں ہے مگر ہمارے مذہبی قوانین اس کے روادار نہیں ہیں۔

۴۔ مغرب کے نزدیک مرد کا مرد کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا بھی "حقوق" کی فہرست میں شامل ہو چکا ہے مگر ہمارے ہاں یہ قابل نفرت اور قابل تعزیر جرم ہے اس لیے ہم مغرب کے انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کے فلسفے کو قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے انصاف اور آزادیوں کا کوئی معیار سمجھتے ہیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ مغرب اس وقت ہمارے خلاف حالت جنگ میں ہے اور

اس نے سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد اسلام اور ملت اسلامیہ کو اپنا اگلا ہدف قرار دے کر مسلم ممالک میں سیاسی مداخلت اور معاشی جکڑ بندیوں کے ساتھ ساتھ میڈیا اور لابنگ کے تمام تر وسائل و ذرائع اس جنگ میں ہمارے خلاف میدان میں جھونک دیے ہیں۔ یہ ایک تہذیبی جنگ اور ثقافتی یلغار ہے جس کا مقصد ہمیں سوسائٹی کی مذہبی بنیادوں سے محروم کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے اقلیتوں کے حقوق' عورتوں کی مظلومیت اور شہری آزادیوں کے نعرے کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے اس کیفیت میں اگر کوئی شخص ہمیں مغرب کے موقف کو قبول کرنے اور اس پر غور کرنے کے لیے کہتا ہے تو بالکل ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مغرب کے آگے سپر انداز ہونے کا مشورہ دے رہا ہو' یہ درست ہے کہ ہم سائنس' ٹیکنالوجی اور معیشت میں مغرب سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں جس کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو ان شعبوں میں گزشتہ دو سو برس تک سرگرم رہے ہیں مگر اپنے مذہبی اعتقادات' دینی تعلیم' تہذیبی روایات اور آسمانی تعلیمات کے ساتھ جذباتی وابستگی میں ہم بحمد اللہ تعالیٰ مغرب سے بہت آگے اور بہت ہی آگے ہیں اور "تنگ نظر ملا" اس محاذ پر فتح و کامرانی کا پرچم سنبھالے آج بھی ڈٹا ہوا ہے' اس لیے ہم اپنے معاشرتی ڈھانچے' قانونی نظام اور مذہبی اقدار و روایات کے بارے میں مغرب کا کوئی مشورہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ قادیانیوں کے حوالہ سے تو مغرب کا یہ موقف اصولی طور پر غلط ہونے کے علاوہ واقعاتی لحاظ سے بھی بے بنیاد ہے اور مکر و فریب کی ایک گمراہ کن داستان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ قادیانیوں کے ساتھ ان کے اقلیتی حقوق کے حوالہ سے تو ہمارا کوئی تنازعہ ہی نہیں ہے۔ ہم نے کبھی ان کے اقلیتی حقوق سے انکار نہیں کیا اور نہ آج کر رہے ہیں۔ اقلیتوں کے حقوق کا اسلام سے زیادہ علمبردار کون ہے؟ پاکستان میں دوسری غیر مسلم اقلیتیں بھی آباد ہیں مگر ہمارا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ عیسائی' ہندو' پارسی' بابی' بہائی سب یہاں رہتے ہیں مگر قادیانی گروہ اور مسیحی کمیونٹی کے بعض لیڈروں کے سوا ہمارا کسی سے تنازعہ نہیں ہے بلکہ اس موقع پر اس تاریخی حقیقت کا حوالہ دینا بھی شاید نامناسب نہ ہو کہ قیام پاکستان کے وقت ریاست قلات سے ہندوؤں نے نقل وطن کر کے بھارت جانا چاہا تو ریاست کے نواب میر احمد یار خان مرحوم اور ان کے "دینی نظر ملا" وزیر دینی امور علامہ شمس الحق افغانیؒ نے ہندو کمیونٹی کے ذمہ دار افراد کو بلا کر یقین دلایا کہ ریاست میں شرعی قوانین نافذ ہیں جو ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کرتے ہیں اس لیے انہیں نقل مکانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنے وطن میں رہیں۔

چنانچہ اس یقین دہانی پر ہندوؤں کی بڑی تعداد قلات میں ہی رہ گئی جو آج بھی وہاں موجود ہے اور آزادی کے ساتھ تجارت اور دیگر امور میں شریک ہے۔ ان کے علاوہ سکھ بھی ملک میں موجود ہیں اور ہر سال بھارت سے بھی آتے ہیں اور اپنی تقریبات آزادی کے ساتھ کرتے ہیں کسی "ملا" نے کبھی ان سے تعرض نہیں کیا۔ البتہ قادیانی گروہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے اور کچھ عرصہ سے مسیحی اقلیت کے چند راہ نماؤں کا طرز عمل بھی قابل اعتراض ہے جس پر "تنگ نظر ملا" ضرور روک ٹوک کرتا ہے اور یہ روک ٹوک بلا وجہ نہیں ہے اس لیے ہم اردشیر کاؤس جی اور اصغر علی گھرال سے گزارش کریں گے کہ وہ اس روک ٹوک پر چیں بہ جبیں ہونے کی بجائے اس کے اسباب کا جائزہ لیں اور "غریب ملا" سے بھی پوچھ لیں کہ اسے قادیانی گروہ اور مسیحی اقلیت کے چند راہ نماؤں سے کیا شکایات ہیں؟ اگر یہ شکایات درست نہیں ہیں تو بلاشبہ آپ کو حق حاصل ہے کہ "ملا" کو کوسیں اور اس پر طعن و تشنیع کے تیر جی بھر کے برسائیں لیکن اگر یہ شکایات جائز ہیں تو پھر امریکی وزارت خارجہ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کے کہنے پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانے کی بجائے حقائق کا ساتھ دیں اور کسی ملامت کی پروا کیے بغیر انصاف کی حمایت کریں۔ ان گزارشات کے بعد ان شکایات کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو اس ملک کے "تنگ نظر ملا" کو قادیانیوں اور چند مسیحی راہ نماؤں سے ہیں تاکہ قارئین تصویر کے اس رخ سے بھی آگاہ ہوں اور انہیں اس معاملہ میں رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قادیانیوں کے بارے میں صورت حال یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز "ملا" کی نہیں مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ کی تھی جسے "ملا" نے اپنے اصل موقف سے بہت پیچھے ہٹ کر قبول کر لیا اور پاکستان میں "قادیانی گروہ" کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے تحریک ختم نبوت شروع کی اور یہ قادیانی مسلم تنازعہ کا منطقی تقاضہ تھا کہ جب قادیانی نئے نبی اور نئی وحی کی بنیاد پر اپنا مذہب مسلمانوں سے الگ کر چکے ہیں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم نہیں کرتے جس کا اظہار پنجاب کی تقسیم کے موقع پر گورداسپور کی تقسیم کے حوالہ سے ریڈ کلف کمیشن کے سامنے قادیانیوں کا موقف الگ پیش کرنے کی صورت میں اور اس کے بعد قائد اعظم کے جنازے میں موقع پر موجود ہوتے ہوئے بھی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کے قائد کے جنازہ میں شریک نہ ہونے کی صورت میں عملاً ہو چکا ہے۔ اور سن ۷۴ء میں پارلیمنٹ کے فلور پر قادیانی کو نبی نہ ماننے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم نہیں کرتے تو قادیانیوں کی جداگانہ مذہبی حیثیت کے دستوری تعین کے سوا اور کون سا راستہ باقی رہ گیا تھا؟

قادیانیوں کو اسی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور جب وہ خود اپنے اختیار کردہ عقائد اور موقف کی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار پا گئے ہیں تو اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص شعائر و علامات پر ان کا کوئی استحقاق باقی نہیں ہے۔ انہیں اپنے لیے الگ نام اختیار کرنا ہوگا اور اپنے مذہبی شعائر و علامات مسلمانوں سے الگ بنانے ہوں گے ورنہ اشتباہ قائم رہے گا جس سے مسلمانوں کا مذہبی تشخص اور امتیاز مجروح ہوتا ہے اور اپنے تشخص اور امتیاز کا تحفظ دنیا کے ہر فرد اور گروہ کا مسلمہ حق ہے جس سے کوئی ذی شعور شخص انکار نہیں کر سکتا اس لیے اگر قادیانیوں کو اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی علامات مثلاً" کلمہ طیبہ' مسجد' اذان وغیرہ استعمال کرنے سے قانوناً" روک دیا گیا ہے تو اس سے آخر انصاف کا کون سا تقاضہ پامال ہوا ہے؟ اور ہم اس معاملہ میں قادیانیوں کی حمایت کرنے والے دوستوں سے پوچھنا چاہیں گے کہ کیا اپنے مذہبی تشخص اور امتیاز کے تحفظ اور اسے اشتباہ سے بچانے کا مسلمانوں کو بھی کوئی حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اسے حق تسلیم کرتے ہیں تو متنازعہ امتناع قادیانیت آرڈیننس سے ہٹ کر وہ کوئی فارمولا طے کر دیں جس سے مسلمانوں اور قادیانیوں کا مذہبی نام الگ الگ ہو جائے اور مذہبی اصطلاحات و علامات کے حوالہ سے ان کے درمیان اشتباہ عملاً ختم ہو جائے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ "تنگ نظر ملا" ان کے تجویز کردہ فارمولے کو بھی اسی طرح تسلیم کر لے گا جس طرح اس نے اپنے اصل موقف سے پیچھے ہٹ کر علامہ اقبال" کی اس تجویز پر قناعت کر لی تھی کہ قادیانیوں کو صرف غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ ہمیں قادیانیوں سے شکایت یہ ہے کہ وہ نہ تو ملت اسلامیہ کے اجتماعی عقائد قبول کر کے مسلمانوں کے دائرہ میں واپس آرہے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں سے الگ حیثیت قبول کر رہے ہیں۔ یہ بے جا ضد اور ہٹ دھرمی ہے جس کا حوصلہ انہیں صرف اس لیے ہو رہا ہے کہ امریکہ ان کی حمایت کر رہا ہے اور مغربی لابیاں اور پریس ان کی پشت پر ہیں اور یہ بات بھی یقیناً" کاؤس جی اور اصغر علی گھرال کے علم میں ہوگی کہ قادیانیوں نے اسی بنیاد پر مردم شماری اور ووٹ شماری کا بائیکاٹ کر رکھا ہے اور جداگانہ انتخابات سے لاتعلقی اختیار کی ہوئی ہے اس طرح وہ مسلمانوں سے الگ اقلیتوں کے خانوں میں درج ہوں گے اور اسی حوالہ سے حال ہی میں قادیانی امت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو کھلم کھلا "ردی کاغذ کا ٹکڑا" قرار دے کر اس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہے۔

مغرب کی بات چھوڑیئے اسے تو پاکستان کی اسلامی حیثیت پر اعتراض ہے اس لیے اس

کے نزدیک پاکستان کے دستور اور قانون کی ہر وہ شق غلط ہے جس کا اسلام کے کسی بھی پہلو سے کوئی تعلق ہے اور وہ ملک کے ہر اس فرد اور گروہ کی حمایت کرے گا جو پاکستان کو سیکولر بنانے کے لیے کسی بھی درجے میں کار آمد ہو۔ اگر آپ مغرب کے اعتراضات کی بات کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے منشور، جنیوا انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں، ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں اور امریکی وزارت خارجہ کے مطالبات کے حوالہ سے پاکستان کو "بدنامی" سے بچانا چاہتے ہیں تو ان "بدنامیوں" کی فہرست بہت لمبی ہے۔

---- ○ انہیں پاکستان کے نام کے ساتھ "اسلامی" کے لفظ اور دستور میں اسلام کو ریاست کی بنیاد قرار دینے والی شقوں پر اعتراض ہے۔

---- ○ وہ "توہین مذہب" اور "توہین رسالت" کو سرے سے کوئی جرم نہیں سمجھتے اور اس پر سزا دینا اور ان کے نزدیک انسانی حقوق کے منافی ہے۔

---- ○ زنا ان کے ہاں کوئی معیوب کام نہیں ہے اور اس جرم پر اسلامی سزا ان کے نزدیک وحشیانہ اور غیر منصفانہ کہلاتی ہے۔

---- ○ معاشرتی جرائم کے بارے میں قرآن کریم کی مقررہ کردہ سزائیں ان مغربی اداروں کے نزدیک جسمانی تشدد اور وحشت و بربریت کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔

---- ○ نکاح، طلاق، وراثت اور خاندانی تعلقات کے حوالہ سے قرآن کریم کے بیان کردہ قوانین اور ضابطے ان کے نزدیک غیر منصفانہ ہیں اور خود ان کے مقرر کردہ بین الاقوامی معیار کے مطابق نہیں ہیں۔

---- ○ انہیں سرے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر ہی اعتراض ہے اور وہ اسے بھی انسانی حقوق کے منافی کہتے ہیں۔

پاکستان کے بارے میں اقوام متحدہ، انسانی حقوق کمیشن، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی وزارت خارجہ کی گزشتہ پانچ سال کی رپورٹوں کو سامنے رکھ لیں، یہ سب مطالبات ریکارڈ پر ہیں اور ان سب امور کے حوالے سے پاکستان بین الاقوامی سطح پر "بدنام" ہو رہا ہے۔ اس لیے پاکستان کو بدنامی سے بچانے کے خواہش مند دوستوں بالخصوص اصغر علی گھرال سے یہ گزارش ہے کہ وہ حوصلہ کر کے پوری بات کریں۔ آدھی بات کیوں کرتے ہیں؟ یہ تو کوئی اصول کی بات نہ ہوئی کہ ملک کو ایک حوالہ سے تو بدنامی سے بچانے کی کوشش کی جائے اور باقی "بدنامیوں" پر چپ سادھ لی جائے۔ باقی رہی بات "تنگ نظر ملا" کی تو کسی طعن و ملامت کی پروا کیے بغیر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مغرب کے تمام مطالبات غلط

ہیں اور اسلام اور مغرب کے درمیان دن بدن تیز ہونے والی "تہذیبی جنگ" کے ہتھیار ہیں جنہیں مغرب کی حکومتیں، ادارے اور لابیاں ہمارے خلاف صرف اس مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہیں کہ مسلمان اپنی اعتقادی اور تہذیبی بنیادوں سے محروم ہو جائیں تا کہ مغرب اس ثقافتی یلغار میں انہیں آسانی کے ساتھ بلڈوز کر سکے۔ لیکن مغرب اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پا رہا کہ اسلام اور عیسائیت میں فرق ہے۔ اسلام زندہ، متحرک اور عملی مذہب ہے اور اسلام کی نمائندگی کرنے والا "تنگ نظر ملا" اپنی تمام تر کمزوریوں، کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود اسلام اور اسلام کے اجتماعی کردار کے ساتھ لازوال وفاداری کا تعلق رکھتا ہے اس لیے اسے یورپ کے عیسائی پادری کی طرح مذہب کے اجتماعی کردار سے محروم کر کے "کارنر" کرنے کی خواہش مغرب کی "خام خیالی" ہے جو ان شاء اللہ العزیز قیامت کی صبح تک پوری نہیں ہو سکے گی۔

ہمیں پاکستان کی مسیحی برادری کے چند مذہبی راہ نماؤں سے بھی یہی شکایت ہے کہ وہ مذہب کی نہیں بلکہ "لامذہبیت" کی نمائندگی کر رہے ہیں، وہ مذہبی اقدار کو فروغ دینے اور بائبل کے احکام کو سوسائٹی میں رواج دینے کی بجائے سیکولر لابیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ان کی بیشتر تنظیمیں این جی اوز میں شامل ہیں جو مغرب کی سیکولر لابیوں کی شہ پر اور بین الاقوامی اداروں کی رقوم کے ساتھ پاکستان میں فکری انتشار پیدا کرنے اور مذہبی قدروں کو کمزور کرنے کے لیے مسلسل سرگرم عمل ہیں ورنہ وہ اگر انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں کی بجائے اپنی سوسائٹی کے لیے بائبل کے احکام و قوانین کی بات کریں تو ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ "تنگ نظر ملا" کی حمایت ان کے ساتھ ہوگی اور ہم مسیحی کمیونٹی کے لیے بائبل کے قوانین کو اسی طرح سپورٹ کریں گے جس طرح مسلم معاشرہ کے لیے قرآن و سنت کے قوانین کی بات کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ بات مذہب کی ہو لامذہبیت کی نہ ہو اور اس کی بنیاد بائبل پر ہو جنیوا کے سیکولر انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں پر نہ ہو۔

آخر میں یہ گزارش ہے کہ قادیانی گروہ اپنی اقلیتی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنا مذہبی نام اور مذہبی اصطلاحات و علامات مسلمانوں سے الگ کر لے اور پاکستان اور اس کے دستور کے خلاف بے بنیاد مہم بند کر دے تو ہمیں بحیثیت اقلیت ان کے وجود اور سرگرمیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مسلمانوں سے الگ ہوتے ہوئے اسلام کا نام اور علامات استعمال کرنے کی انہیں کبھی اجازت نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی امریکہ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل یہ سراسر ناجائز مطالبہ ہم سے کسی قیمت پر منوا سکتے ہیں۔

مولانا مشتاق احمد (چنیوٹ)

پاکستان میں این جی اوز اور عیسائی مشنریاں سرگرمیاں، منصوبے اور طریق کار

انسانی حقوق کے نعرہ کا پس منظر

عہد نبوت سے دیگر مذاہب کی طرح یہودیت اور اسلام کی کشمکش جاری ہے۔ آغاز اسلام میں مسلمانوں کو جو صعوبتیں پیش آئیں، ان میں آدھا حصہ یہود کا ہے۔ یہود کی ریشہ دوانیوں، سازشوں کے باعث ہی قرآن کریم نے انہیں اشد الناس عداوۃ للذین امنوا (المائدہ ۸۲) کا لقب دیا۔ اور اسی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے مرض الوفات میں یہود کو جزیرہ عرب سے باہر نکالنے کی وصیت فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی، عبد اللہ بن سبا اس زمانہ میں فتنہ وفساد پھیلانے میں پیش پیش رہے۔ خلافت راشدہ کا دور گزرنے کے بعد بھی یہودی سازشوں میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ وسیع و عمیق سازشیں ہونے لگیں اور صرف اسلام کے خلاف ہی نہیں بلکہ عیسائیت کے خلاف بھی منظم سازشیں کی گئیں۔ کلیسا کو تقسیم ہی نہیں، ختم بھی کر دیا۔ اب اس کا وجود برائے نام ہے۔ عیسائیت کو دہریت کے قریب تر لایا گیا۔ عیسائیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس وقت ہم صرف یہ بتائیں گے کہ یہودیت نے عالم اسلام کو کیا دیا۔

یہودیوں نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں عیسائیوں کی طرح عالم اسلام کو سیکولرائز کرنے کی سازش شروع کیں۔ ان کے اہداف چھ نکات تھے: ۱۔ حکومت و ریاست، ۲۔ قوانین، ۳۔ فوج، ۴۔ عدلیہ، ۵۔ تعلیم، ۶۔ ثقافت

لیکن آسانی اور تفہیم کی خاطر ہم کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل پہلوؤں پر وہ حملہ زن ہوئے۔

۱۔ ریاست کی اصولی حقیقت میں تبدیلی کرنا۔

۲۔ قانون اسلامی کا خاتمہ کر دینا۔

۳۔ قانون اسلامی کی جگہ سیکولر قوانین کو نافذ کرنا، سیکولر عدالتیں قائم کرنا۔

۴۔ فوج کی اصولیات، فلسفہ، ادب اور اعمال و تراکیب میں اسلامی بنیادوں کا خاتمہ کرنا۔

۵۔ مسلمان ممالک میں نظام تعلیم کو سیکولر بنیادوں پر استوار کرنا۔

۶۔ مسلمان ممالک میں ان کی اسلامی اور مادری زبان کو بے دخل کر کے سیکولرائزڈ مغربی زبان کو مسلط کرنا اور مسلم زبانوں کی ہیئت، رسم الخط تک کو بدل دینا۔

۷۔ نئے فیشن، نئے رسم و رواج کو رواج دینا اور اسلامی آداب کی تحقیر کرنا۔

۸۔ مسلمان ملکوں کی اسلامی اور علاقائی وحدت کو توڑنے کے لیے تہذیبی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں کو جنم دینا۔

سیکولرائزیشن، یہود کا کوئی محبوب نظریہ نہیں جسے وہ دنیا میں رائج کرنے کے لیے کوشاں ہوں بلکہ وہ اپنے لیے سیکولرازم اور سیکولائزیشن پسند ہی نہیں کرتے۔ اپنے معاشرہ کو اس سے پاک رکھتے ہیں۔ وہ سیکولرائزیشن کو اس لیے پسند کرتے ہیں تا کہ دنیا کے دیگر معاشرے اور خصوصاً ان کے دشمنوں کے معاشرے اس سمندر میں غرق ہو جائیں۔ سیکولرائزیشن کے مقاصد اصلی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مخالف ادیان کا خاتمہ، ۲۔ دین ربانی کو اس کے منبع اصلی سے منقطع کر دینا، ۳۔ مخالفین یہود کی قوتوں پر قبضہ، ۴۔ مخالفین کی قوتوں کا یہودی مقاصد کے لیے استعمال، ۵۔ مخالفین کے یہاں ربانی نظام کے بجائے شیطانی نظام قائم کرنا۔

یہودیوں نے سیکولرائزیشن کے پانچ طریقے دریافت کیے جن کی مدد سے وہ عالم اسلام پر حملہ آور ہیں۔ یہ طریقے ایسے ہیں کہ انہیں مسلمانوں کی مزاحمت، اور نقصانات کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔

پہلا طریقہ : تقنین کی توجیہ کہ سیکولرائزیشن کو عالمی، قومی اور مقامی سطح پر قانون سازی کے ذریعہ جاری اور نافذ العمل کیا جائے۔ یہ قانون سازی جمہوری طریقہ سے بھی ہو سکتی ہے اور آمرانہ طریقہ سے بھی۔ الجزائر اور ترکی اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

دوسرا طریقہ : ثقافت کی توجیہ ثقافت کے ذریعہ مسلمانوں کو سیکولرائزڈ کرنے کا طریقہ نہایت آسان، زود اثر، بے ضرر اور سستا ہے۔ اس طریقہ سے یہود نے فقید المثال کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔

(۱) بیوٹی پارلرز کا جگہ جگہ قیام (۲) کاسمیٹک کا طریقہ۔ ان دونوں کے لیے مندرجہ ذیل وسائل مستعمل ہیں : ۱۔ ریڈیو ۲۔ ٹی وی، وی سی آر ۳۔ اخبارات و جرائد ۴۔ کتب

۵۔ اشتہارات اور اس کی قسمیں مثلاً ہورڈنگ' اسٹیکر وغیرہ' ۶۔ تصویر سازی' مجسمہ سازی ۷۔ نغمے ۸۔ فلمیں

تیسرا طریقہ : غیر محدودیت کی توجیہ یہ ایک نہایت ہی جدید توجیہ ہے۔ اس سے مراد بعض چیزوں' تکنیکی قوتوں' جذبات اور اخلاقیات کا عالمی پیمانے پر استعمال کر کے سیکولرائزیشن کا علمی نفاذ کرنا ہے۔ اس توجیہ کے ذریعہ بھی غیر معمولی کامیابیوں کی طرف یہودیت نے پیش قدمی کی ہے۔ اس توجیہ کے کم از کم تین اہم شعبے درج ذیل ہیں

(۱) ذرائع استعمال اب اس طریقے کا استعمال اتنے وسیع و عمیق طریقے سے ہونا شروع ہوا ہے کہ یہ خود طاقت کے غلط استعمال اور طوائف الملوکی کے پھیلانے کا زبردست آلہ بن گیا ہے تاہم یہودیوں نے عالمی طور پر اس کو اپنے تمام دشمنوں اور بطور خاص عالم اسلام کو سیکولرائز کرنے کے لئے استعمال کرنے میں خاص کامیابی حاصل کی ہے۔

(۲) انسانی حقوق کے ذرائع انسانی حقوق کی حفاظت اور اس کی پامالی کو روکنے کے ذریعے وسیع پیمانے پر سیکولرائزیشن کے عمل کا یہ طریقہ نہایت موثر ثابت ہوا ہے' اس کے ذریعے ان مقامات تک رسائی ممکن ہو گئی ہے جہاں عام طور پر پہنچنا مشکل تھا۔ دنیا کی تقریباً تمام انسانی حقوق کی تحریکیں یہودیوں ہی کے ذریعہ چلائی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ ہم خرما وہم ثواب کے مصداق بھی ہے۔

(۳) ماحولی تحریکات کے ذرائع انسانی حقوق کی حفاظت اور اس کی پامالی کو روکنے کی طرح ماحول کی حفاظت اور اس کی پامالی کو روکنے کے نام پر یہودیوں نے سارے عالم میں سیکولرائزیشن کے عمل کو تیز کرنے کا ایک بہترین ذریعہ وضع کیا ہے۔

(۴) عمرانیات کی توجیہ اس توجیہ کے تحت ان تمام عوامل کے ذریعہ جن کا ذکر عالمی اور قومی سطح کے تمام عوامل کے ذیل میں کیا گیا ہے' سیکولرائزیشن کا ایک غیر معمولی اور دیو قامت پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ اسے چار حصوں یا پہلوؤں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک حصہ بے حد وسیع الاطراف ہے جس کی مزید تشریح طوالت کا باعث ہوگی۔ یہ چاروں حصے یہ ہیں

۱۔ صنعت کاری کے ذریعہ سیکولرائزیشن (Through Industrialsation)

۲۔ شہر آبادی کاری کے ذریعہ سیکولرائزیشن (Through Unbanisation)

۳۔ تجارت کے ذریعہ سیکولرائزیشن (Through Commercialisation)

۴۔ استہلاکیت کے ذریعہ سیکولرائزیشن (Through Consumerism)

(۴) فحاشی کی توجیہ اس کے ذریعہ دنیا کے تمام علاقوں میں ہر عمر کی سطح پر اور سماج کے ہر حصہ میں سیکولرائزیشن کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ طریقہ بھی نہایت کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔

(ملخص از "عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال" مصنف اسرار عالم مطبوعہ نئی دہلی انڈیا)

این جی اوز کے بارے میں قابل غور چند نکات

۱۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں سابقہ ادوار میں اور اب بھی علماء کرام اور دین پسند حضرات کے ساتھ بعض جاگیردارانہ' رسہ گیر اور حکمران ناروا سلوک روا رکھتے رہے ہیں۔ انہیں جیل میں قید تنہائی ملی' اہل وعیال کو ہراساں کیا گیا' اسمبلیوں سے باہر پھینکا گیا' انہیں جیل میں اعزہ واقارب سے ملنے کا حق لینے کے لیے بھوک ہڑتال کرنا پڑی۔ لیکن این جی اوز کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ علماء کرام اور مذہبی کارکنوں کے انسانی حقوق کی پامالی این جی اوز کو نظرآئی' نہ آئے گی۔ انسانی حقوق کا یہ انوکھا تصور کہ مذہبی لوگوں کے انسانی حقوق ہوتے ہی نہیں' این جی اوز کو مبارک ہو۔

۲۔ این جی اوز نے بارہا بیرونی دنیا سے کروڑوں روپے کی گرانٹیں لیں لیکن وہ کہاں صرف ہوئیں؟ ان اقوام سے کتنی بیواؤں کی مالی اعانت کی گئی' کتنی یتیم بچیوں کی شادی کرائی گئی' کتنے غرباء کو جینے کی امنگ ملی؟ ان سوالات کا جواب ندارد۔ این جی اوز کو غیر ملکی امداد ملنے کا تازہ ترین ثبوت ملاحظہ فرمائیں کہ روزنامہ دن لاہور کے صفحہ ۳ پر (بتاریخ ۳ مارچ ۱۹۹۸ء) ایک سرخی ہے "جاپان پاکستانی این جی اوز کو سوا کروڑ روپے کی گرانٹ دے گا۔ جاپانی سفیر اور این جی اوز کے نمائندوں نے ۸ الگ الگ معاہدوں پر دستخط کر دیے۔ گرانٹ سے سوات' راولپنڈی' کراچی' خانیوال اور بہاولپور میں فلاحی کام کیے جائیں گے" اس کے علاوہ اللہ جانے آف دی ریکارڈ کیا کیا کچھ ہوتا ہے؟ کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟

۳۔ کشمیر' بوسنیا' فلسطین میں ایک لمبے عرصہ سے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ بچوں کی برین واشنگ' نوجوانوں کا قتل عام' عورتوں کی عصمت دری کے واقعات شمار سے باہر ہیں۔ لیکن کسی این جی او نے صدائے احتجاج بلند نہیں کی' عالمی اداروں کو سانپ سونگھ گئے۔

۴۔ گدھے نے کہا تھا "انسان بڑی ڈھیٹ مخلوق ہے۔ دیکھتا ہے کہ میں ڈنڈے کھانے کے باوجود آگے نہیں چل رہا پھر بھی مجھے مارے جا رہا ہے" کچھ اسی طرح کا معاملہ این جی اوز

کا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم بارہا پاکستان میں قادیانیوں اور عیسائیوں کے مظلوم ہونے کی دہائی دے چکے ہیں۔ خود عیسائی' مرزائی بھی اپنے مظلوم ہونے کا رونا روتے ہیں لیکن یہ مولوی بڑے ڈھیٹ ہیں' مانتے ہی نہیں۔

۵۔ یورپ و امریکہ میں انسانی حقوق کی فراوانی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر کوئی آزاد ہے۔ بے حیائی' عریانی اور فحاشی عام ہے۔ خود غرضی اور نفسا نفسی کا دور دورہ ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ خاندانی نظام پر بجلیاں گر چکی ہیں۔ ہیومن رائٹس کے نام پر یہی طوائف الملوکی عالم اسلام خصوصاً" پاکستان میں پھیلانے کا منصوبہ ہے۔ اس کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے لیکن بہت آہستہ آہستہ اور غیر محسوس انداز میں تاکہ عوامی مزاحمت نہ ہو سکے۔

۶۔ پاکستان میں کوئی غیر مسلم سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو توہین کر دے' کسی سلمان رشدی' سلیمہ نسرین کا پاکستانی ایڈیشن ظاہر ہو جائے اور وہ قانون کی گرفت میں آ جائے' شناختی کارڈز میں مذہب کے خانے کے اضافے کا مطالبہ کیا جائے تو مرزائیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ساتھ این جی اوز کے ارباب بست و کشاد بھی شور مچاتے ہیں۔ کسی مجرم کو سزا دینا' دین اسلام کے کسی تقاضے کو پورا کرنا' انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار پاتا ہے۔ این جی اوز قائم کرنے والے بھی پاکستانی اور مسلمان کہلاتے ہیں' ان کا یہ دہرا معیار دال میں کالا کالا ہونے کی طرف صاف اشارہ کرتا ہے۔

پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں

"کراچی' ۲ جنوری' (رپورٹ عارف الحق) امریکہ میں نئے سال کے آغاز سے بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک میں غیر عیسائی عوام کو عیسائی بنانے کی ایک ۵ سالہ مہم شروع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے جس کو ایک ارب ڈالر کی مہم کا نام دیا گیا ہے۔ اس مہم کا منصوبہ "یہاں زندگی ہے" کے نام سے امریکہ میں حال ہی میں قائم شدہ ایک تنظیم نے بنایا ہے۔ اس کے بین الاقوامی چیئرمین مسٹر ولیئن ای جا سن ہیں۔ انہوں نے یہ منصوبہ جنیوا سے ورلڈ کونسل آف چرچز کے نمائندوں کے سامنے پیش کیا ہے جو عیسائی مشنریوں کی اب تک کی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک میپکل پریس سروس کے مطابق اس مہم کے ذریعہ عیسائی مذہب کا پیغام اور عیسائی چرچز کی سرگرمیوں کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ اس پروگرام پر کامیابی کے ساتھ عملدرآمد کے لیے تربیت یافتہ پادریوں کو جدید ترین تکنیک کے ساتھ کام کرنے کو کہا جائے گا۔ یہ پادری اور ہر ملک کے قومی چرچ دیگر عیسائی تنظیموں کے تعاون سے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ یہ حکمت عملی اس قسم کی

ایک پہلے سے موجود عالمی عیسائی تنظیم "کیمپس کروسیڈ فار کرائسٹ انٹرنیشنل" کے طریقہ کار سے مماثلت رکھتی ہے جس کی شاخیں دنیا کے اکیس ممالک میں ہیں اور جس کے مستقل عملے کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ ہے۔ ایک ارب ڈالر کی اس مہم کو شروع کرنے کے لیے ایک کروڑ ڈالر (۱۰ کروڑ پاکستانی) کی ضرورت ہوگی جس کا ایک تہائی امریکہ کے صنعت کاروں، مذہبی تنظیموں اور نجی طور پر عیسائی مخیر افراد کی جانب سے جمع کیا جا چکا ہے۔" (جنگ کراچی مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۹ء)

طریق کار

۱۔ **خط و کتابت سکول** مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے مسیحی تعلیم کے متعدد اسکول ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔ ان سکولوں میں سکول اور گھر کے بچوں پر مسیحیت کی تعلیم کے لیے اسباق فراہم کیے جاتے ہیں، امتحان لیا جاتا ہے، امتحان کی تیاری کے لیے بائبل مفت فراہم کی جاتی ہے۔ ایک کلاس کی تعلیم مکمل ہونے پر خوبصورت سند دی جاتی ہے۔ اس طرح بچوں کو نفسیاتی طور پر متاثر کیا جاتا ہے اور ان کے ناپختہ ذہنوں میں عقیدہ تثلیث بٹھایا جاتا ہے۔

مالی امداد: غریب طبقہ کی مادی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کو مالی امداد دے کر مرتد بنا لیا جاتا ہے، چند سال پہلے بنگلہ دیش کی خبر شائع ہوئی تھی کہ وہاں ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔

مشن اسکول و کالج: یہاں صرف سرمایہ داروں کے بچے داخل کیے جاتے ہیں، ان کو دین اسلام سے برگشتہ کیا جاتا ہے تاکہ کل وہ کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر مسلمانوں کے کام نہ آسکیں۔ کراچی کے ایک پادری نے جو ایک مشن سکول کے سربراہ تھے کہا تھا "جو مسلمان عیسائی نہیں ہو سکے وہ مسلمان بھی نہیں رہے۔" یعنی اگر کوئی عیسائی نہیں ہوا تب بھی اس کے عقائد اس درجہ شک و شبہ میں ڈال دیے ہیں کہ اب اس کے مسلمان ہونے میں بھی شک رہے گا اور یہ ہی بنیادی چیز ہے۔

عیسائی ریڈیو اسٹیشن کا قیام: سابقہ دور حکومت میں بے نظیر حکومت کی اجازت سے اسلام آباد میں ایک ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا جس سے چوبیس گھنٹے عیسائیت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔

مخلوط تعلیم: مخلوط تعلیم اسی اسلام دشمنی کا ایک حصہ ہے جو انگریزی دور میں عیسائی مشنریز نے شروع کی تھی، اسلامی تہذیب و روایت کو جس قدر نقصان اس سے ہوا؟

اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ بھٹو حکومت نے تمام سکول نیشنلائز کر دیے لیکن افسوس کہ ان مشنری اداروں اور انگلش میڈیم سکولوں کو چھوڑ دیا جو کہ قوم میں زہر گھول رہے ہیں اور انہیں کوئی لگام دینے والا نہیں۔

مشن کے ہسپتال: ان ہسپتالوں میں تمام سٹاف عیسائی رکھا جاتا ہے' ہر صبح ہسپتال کے ہر وارڈ میں 'بھجن گا کر اور بائبل پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔ ہر مریض کو ذاتی توجہ دے کر کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ہسپتال کے قیام میں بائبل اور دیگر مذہبی کتابیں مطالعہ کرے۔ ان کے علاوہ دستاویزی فلمیں جو پادری صاحبان اپنے پروجیکٹرز پر گاؤں اور دیہات میں بھی دکھاتے ہیں۔ تفریح د علم کے نام پر پہلے چند منٹ ملیریا کے انسداد یا تپ دق کے خلاف مہم کے طور پر کوئی فلم دکھا دی پھر اس کے کچھ دیر بعد تبلیغ تثلیث اور اپنے عقائد پر بنی فلم شروع کر دی۔

غرض کوئی طریق کار باقی نہیں چھوڑا گیا۔ ہر صورت میں بنیاد' تبلیغ مسیحیت ہے۔

عیسائی مشنریاں جنہوں نے گزشتہ دو صدیوں میں برصغیر پاک وہند میں تبلیغ کی۔

۱۔ پریس بائی ٹیرین

۲۔ دی ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائی ٹیرین چرچ (اے آر پی)

۳۔ دی پیسو کونسل چرچز

۴۔ دی پاکستان مشن آف انٹرنیشنل فارن مشنز ایسوسی ایشن

۵۔ دی پاکستان کرسچین فیلوشپ آف دی انٹرنیشنل کرسچین فیلوشپ سابقہ نام دی سیلون اینڈ انڈیا جنرل مشن

۶۔ دی ایونجیکل الائنز مشن (ٹی ای اے ایم) سابقہ نام اسکینڈ نیوین الائنز مشن

۷۔ دی انڈس کرسچین فیلوشپ

۸۔ دی بریدرن چرچز

۹۔ دی افغان بارڈر کروسیڈ (اے بی سی)

۱۰۔ ورلڈ وائیڈ ایونجلائیزیشن کروسیڈ

۱۱۔ دی سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ

۱۲۔ دی بپٹسٹ بائبل فیلوشپ

۱۳۔ دی چرچ آف کرائسٹ

۱۴۔ دی بائبل اینڈ میڈیکل مشنری فیلوشپ

۱۵۔ دی ریفارمڈ چرچز ان نیدرلینڈس

۱۶۔ دی یونائیٹڈ فیلوشپ فار کرسچین سروس ۱۷۔ دی فیلو شپ آف ایونجیکل بیپٹسٹ چرچز ان کنیڈا

۱۸۔ دی کرسچین لٹریچر کروسیڈ

۱۹۔ دی چائلڈ ایونجیلزم کروسیڈ فار کرائسٹ انٹرنیشنل

۲۰۔ دی مینو نائٹ سنٹرل کمیٹی

۲۱۔ دی کھیردار مشن آف ڈنمارک

۲۲۔ سالویشن آرمی

۲۳۔ یہوواہ و ٹسس

ان تنظیموں میں سے بیشتر تنظیمیں اب بھی قائم اور اپنے مشنوں پر رواں دواں ہیں بلکہ کافی ترقی کر چکی ہیں۔

پاکستان میں عیسائی آبادی

۱۹۵۱ء کی مردم شماری: کل آبادی مغربی پاکستان = تین کروڑ دس لاکھ ساٹھ ہزار سات سو نواسی (۳۱۰۶۰۷۸۹)

عیسائی آبادی: چار لاکھ بتیس ہزار سات سو چھ (۴۳۲۷۰۶)

۱۹۶۱ء کی مردم شماری: کل آبادی مغربی پاکستان: تین کروڑ چورانوے لاکھ بیالیس ہزار چار سو انتالیس (۳۹۴۴۲۳۹)

عیسائی آبادی: پانچ لاکھ تراسی ہزار آٹھ سو چوراسی (۵۸۳۸۸۴)

کل آبادی میں اضافہ: ۲۷ فی صد

عیسائی آبادی میں اضافہ: ۳۵ فیصد

(بحوالہ رسائل: پاکستان اور صلیبی جنگ، پاکستان میں عیسائیت کا فروغ مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی)

عیسائی عالم اسلام کے ساتھ جدید ترین انداز میں صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں اپنی عبرتناک شکست کا انتقام مسلمانوں سے لے رہے ہیں۔ مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بے پناہ غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے مسلمانوں کا گھیراؤ بلکہ تباہی، دفاعی لحاظ سے مسلمانوں کو کمزور کرنا، مسلمانوں کو ہپناٹزم کا شکار کرنا کہ وہ خود ہی دین اسلام کا مذاق اڑانے لگیں۔ مسلم خطوں پر اپنا قبضہ جمانا یہ بعد

و نصاریٰ کی سرگرمیاں مشترکہ منصوبے ہیں۔ ماڈرن ازم' سیکولرائزیشن کے شکار حضرات ممکن ہے کہ ان معروضات کو مولویوں کی گپ قرار دیں لیکن یہ تلخ حقائق ہیں' انہیں مفروضے کہہ کر نظر انداز کرنا سنگین غلطی ہوگی۔ دشمن کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے سے دشمن ختم نہیں ہو جاتا۔ اس صورت حال کا ازالہ' این جی اوز اور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا نوٹس کون لے گا؟ کسی عام وخاص کو فرصت ہی نہیں ہے۔

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی

کے درسی افادات پر مشتمل

علم حدیث کا عظیم ذخیرہ

سنن ابن ماجہ

(مع اردو ترجمہ و شرح)

صفحات: ۸۸۰

قیمت: ۲۳۵ روپے

شمائل ترمذی (جلد اول)

(مع اردو ترجمہ و شرح)

صفحات: ۵۰۸

قیمت: ۱۳۰ روپے

ناشر: مکتبہ دروس القرآن' محلہ فاروق گنج' گوجرانوالہ

نوید والٹر

اقلیتیں اور آزادی کے پچاس سال ۔ ایک جائزہ

پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" لاہور نے ۱۵ تا ۳۰ نومبر اور یکم تا ۱۵ دسمبر ۹۸ء کی دو اشاعتوں میں جناب نوید والٹر کا یہ مضمون شائع کیا ہے جس میں پاکستان میں اقلیتوں کی صورت حال کے بارے میں مسیحی کمیونٹی کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے اور یہ مضمون اس لیے شائع کیا جا رہا ہے تا کہ پاکستان میں این جی اوز اور مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں کے سلسلے میں رائے قائم کرتے ہوئے یہ نقطہ نظر بھی قارئین کے سامنے رہے۔ (ادارہ)

ویسے تو پاکستان میں پنجابی' سندھی' بلوچی اور پٹھان بھی ہیں اور مسلمان' مسیحی' ہندو' سکھ اور پارسی بھی ہیں۔ لیکن یہ ساری پہچانیں ہر کسی کی علاقائی اور مذہبی ہیں۔ لہٰذا قومی پہچان سب کی پاکستان ہی ہے اس لیے تمام صوبوں کے رہنے والے اور تمام علاقائی زبانیں بولنے والے اور تمام مذہبوں کے عقیدت مند پاکستانی اور صرف پاکستانی ہی کہلانے پر فخر کر سکتے ہیں۔ مذہبی اقلیتیں بھی پاکستان میں ایک حقیقت ہیں جن کا تحریک پاکستان' تشکیل پاکستان اور تعمیر پاکستان میں نہایت اہم اور نمایاں کردار ہے۔ لیکن آخر یہاں کی مذہبی اقلیتوں نے آزادی کے پچاس سالوں میں کھویا کیا اور پایا کیا ہے؟

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو اقلیتوں نے تحریک پاکستان میں شروع دن سے ہی قائد اعظم کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اس وقت ساتھ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اقلیتیں جانتی تھیں کہ قائد اعظم لبرل اور سیکولر رویوں کے داعی اور متمنی ہیں۔ قائد اعظم نے بھی اقلیتوں کے اس مان کی تصدیق پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں قرآن پاک کی تلاوت سے احتراز سے کر دی۔ یہاں یہ بات بھی معنی خیز ہے کہ اس پہلی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت بھی ایک شیڈولڈ کاسٹ ہندو سر جگندر ناتھ منڈل سے کروائی گئی جنہیں بعد میں وزیر قانون بھی بنایا گیا اور اس کے ساتھ ہی مذہبی اقلیتوں کے لیے ملازمتوں میں پانچ فیصد کوٹہ بھی مختص کیا گیا۔ قائد اعظم کے یہ اقدامات مذہبی اقلیتوں کو ان کے تمام حقوق

دینے کے ارادوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کیونکہ قائد اعظم کو یاد تھا جب ۱۹۴۲ء میں مسیحی لیڈر دیوان بہادر ایس پی سنگھ نے پنجاب کی طرف سے قائد اعظم کی مکمل حمایت کا اعلان کیا تھا۔ اس میں خصوصاً" لدھیانہ' فیروز پور اور جالندھر کی تحصیلوں کے مسیحی شامل تھے اور قائد اعظم کو یہ بھی یاد تھا جب ۱۹۴۶ء میں متحدہ پنجاب قانون ساز اسمبلی میں مسیحیوں کے لیے چار نشستیں مختص تھیں جس کے سپیکر بھی سنگھا صاحب ہی تھے لہٰذا ان چار میں سے تین مسیحیوں نے پاکستان کے حق میں اپنا ووٹ کاسٹ کیا۔ چوتھا ووٹ سر رابرٹ ولیم برطانوی انگریز کا تھا' اس نے کاروباری مفادات کی وجہ سے سنگھا صاحب کا ساتھ نہ دیا لیکن پھر بھی پنجاب اسمبلی ان تین اضافی ووٹوں کی وجہ سے پاکستان کے حق میں فیصلہ دینے کے لیے کامیاب ہوگئی۔ اس میں اقلیتوں کا حصہ واضح اور تاریخی ہے جسے قائد اعظم نے تسلیم کیا تھا۔ لیکن لیاقت علی خان چونکہ یوپی سے ہجرت کر کے آئے تھے اور وہ اس ہجرت کو مذہبی ہجرت کہتے تھے لہٰذا انہوں نے مارچ ۱۹۴۹ء میں مولوی صاحبان اور مہاجروں کے دباؤ میں آکر قرارداد مقاصد کی رو سے "جمہوریہ پاکستان" کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں بدل دیا۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قائد اعظم کے بعد جتنے بھی راہ نما آئے' تقریباً" سب نے ہی علامہ اقبال کے خوابوں اور قائد اعظم کے تصورات اور نظریات کی غلط تشریح اور تشہیر کی۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم کے بعد اقلیتیں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگیں اور قائد اعظم کا وہ عقیدہ کہ "کسی نمائندہ حکومت کی کامیابی کی بہترین کسوٹی یہ ہے کہ اقلیتیں محسوس کریں کہ ان کے ساتھ حق اور انصاف کے ساتھ پیش آیا جا رہا ہے۔" آہستہ آہستہ ماند پڑنے لگا۔ آئینی و قانونی حقوق غضب ہونے لگے۔ تعلیمی اور فنی ادارے قومیائے گئے جو اب تک ہزارہا وعدوں کے باوجود تمام کے تمام واپس نہیں ہوئے۔ جس کی ایک وجہ طلبہ تنظیمیں اور ان کے سیاسی آقاؤں کی خطرناک دھمکیاں بھی ہیں جن کے آگے اس معاملے میں حکومتیں بھی بے بس رہی ہیں۔ اس کی ایک مثال ایف سی کالج لاہور ہے۔ اسی طرح دوہرا ووٹ جو اقلیتوں کا آئینی حق ہے' ابھی تک بحال نہیں ہوا۔

۲۹۵ سی اور ۲۹۵ بی جیسے قوانین جو کسی کے لیے بھی اچھا شگون نہیں' ابھی تک ویسے ہی ہیں۔ تنسیخ نکاح کا قانون جس کے مطابق اگر کوئی مسیحی شادی شدہ عورت کسی مسلمان مرد سے شادی کر لیتی ہے تو اس کا مسیحی نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے' یہ مسیحی نکاح کے تقدس کی بے حرمتی ہے۔ گاہے بگاہے امن پسند اقلیتوں کو بھی مذہبی دہشت گردی کا بے جا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے جس میں کراچی میں فادر سپرین اور سسٹر سو سمیت کئی نعمت احمروں کا

خون ابھی تک کوئی مسیحی نہیں بھول سکا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جنگ عراق اور امریکہ اور سعودیہ کی ہو اور غصہ یہاں کے چرچوں اور مندروں پر نکالا جائے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی سانحہ شانتی نگر ہے جہاں ۵ اور ۶ فروری کی رات قیامت کا سماں دیکھنے کو ملا اور محض غلط فہمی کی بنا پر ۱۳ گرجا گھروں کو بمعہ مقدس کتابوں اور مقدس ظروف کے تعصب کی آگ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا' خوب لوٹ کھسوٹ ہوئی۔ مقامی انتظامیہ کے مطابق چالیس سے پچاس ہزار افراد ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھے۔ اس نوعیت کی دہشت گردی کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ بندہ ان سے پوچھے کہ آخر یہ اتنی بھرپور تیاری کے ساتھ کون سا قلعہ فتح کرنے آئے تھے؟ کیا شانتی نگر پاکستان کا حصہ نہیں تھا؟ کیا وہاں پر کسی سلمان رشدی یا تسلیمہ نسرین نے پناہ لے رکھی تھی؟ اگر نہیں تو دنیائے عالم میں اپنے ہی ہاتھوں اپنے ملک کو کیوں تماشا بنایا گیا؟ اور اس واقعے کی کتنے سیاست دانوں نے مذمت کی؟ کتنے قلم کاروں' صحافیوں اور دانشوروں نے اس واقعہ کے خلاف لکھا؟ اس شام پی ٹی وی نے یہ خبر نشر کی کہ "گستاخی رسول کے مرتکب افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے" جس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ واقعی ان لوگوں نے ایسی گستاخی کی ہوگی۔ حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط تھی جو اب ثابت شدہ ہے۔ انہیں کڑی سے کڑی سزائیں کیوں نہیں ملیں جنہوں نے یہ دہشت گردی کی؟ ہمارے ملک میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آرہا ہے کہ امیر کے لیے ناجائز بھی جائز اور غریب کے لیے جائز بھی ناجائز۔ آخر کب تک سسٹم میں دوہرا معیار چلتا رہے گا۔ ایک' دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ ہے اور دوسرا ۹۸ فیصد محکوم' مظلوم اور محروم طبقہ جس میں مسیحی غریب عوام کی حیثیت سے مسلم غریب عوام کے مقابلے میں بھی دوسرے درجے کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس ملک کی اعلیٰ عدالتوں میں عورت کی گواہی آدھی ہے' وہاں ایک عورت نے وزیر اعظم بن کر اپنی آدھی گواہی کو پوری گواہی میں بدل دیا ہے۔ لیکن ابھی تک ملک کی دوسری تمام عورتوں کی گواہی آدھی ہی ہے۔ ان کے مقابلے میں مسیحی عورت کی گواہی آدھی سے بھی آدھی ہے۔ یعنی آئینی وقانونی پیمائش میں دو مسیحی عورتیں ایک مسلمان عورت کے برابر ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے کہ ایک ہی ملک میں جاگیردار' وڈیرے' سرمایہ دار اور مراعات یافتہ ۲ فیصد تو آئین وقانون سے ماورا تصور ہو جب کہ ۹۸ فیصد عوام غلام بن کر جئیں۔ اس سے ہی ہر ذی شعور پاکستانی موازنہ کر کے اقلیتوں کے احساس محرومی کو عین فطری تصور کر سکتا ہے۔ ہمارے آئین وقانون میں اس لحاظ سے بھی تضاد ہے کہ کوئی پاکستانی مسیحی ملک کا وزیر اعظم تو بن سکتا ہے لیکن حلف اٹھاتے وقت مجبوراً "مسلمان

ہونا پڑے گا۔ آئین و قانون اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے عوام کو ان کے حقوق دلوائے جائیں اور جو ان حقوق کی راہ میں رکاوٹیں بنے یا انہیں غصب کرنے کی کوشش کریں، انہیں سزا دی جائیں، لیکن ہر طرف ناکامی کا سامنا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک مسیحیوں نے کبھی ملک سے غداری کا سوچا تک بھی نہیں۔ کوئی مسیحی، جاسوس یا کسی غیر ملکی ایجنسی کا ایجنٹ ثابت نہیں ہوا۔ البتہ الزامات ضرور لگتے رہے ہیں۔ مسیحیوں نے کبھی علیحدہ وطن کا نعرہ نہیں لگایا اور ان کے کریڈٹ میں مسیحیوں کو مقدس امانت کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ آخر ہم کس کی امانت ہیں جنہیں ہمیں آخر ایک دن لوٹایا جائے گا؟ ایسی مبہم اصطلاحیں اب ختم ہونی چاہئیں۔ مسیحیوں نے "آزادی" کے ان پچاس برسوں میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہم پاکستان کے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ بنانے اور اس کا رنگ مذہبی لحاظ سے الگ الگ کرنے کی غرض سے قومی شناختی کارڈ کو مذہبی شناختی کارڈ بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ یہ تو بھلا ہوا اقلیتوں کا جنہوں نے اس قومی یکجہتی کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ تجربات اور مشاہدات بتاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتیں اور مسیحی خدا کی رحمت ہیں جو ہر اس فعل کی مذمت کرتے ہیں جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی، جمہوری اصولوں کی نفی اور قومی یک جہتی کے فروغ کے رستے میں رکاوٹوں کے زمرے میں آتا ہے۔

ہمارے ملک میں مسلمانوں اور اقلیتوں میں مکمل ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کیا، ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس معاملے میں بھی ہمارا میڈیا شروع دن سے ہی اپنی شاندار مثبت پالیسی وضع کرتا اور اپنا کردار ادا کرتے ہوئے لسانی، مذہبی اور فرقہ وارانہ تحریکوں کو نظر انداز کر کے انسانی بنیادی حقوق اور جمہوریت کی پاسدار تحریکوں کا ساتھ دیتا۔ قومی اخبارات عورتوں، بچوں اور شوبز وغیرہ کی طرح اقلیتوں کے لیے بھی ہفتے میں ایک دن خصوصی ایڈیشن شائع کرتے جس میں اقلیتوں کی فعالیت، تقریبات اور مصروفیات کو کوریج دی جاتی۔ ہمارا الیکٹرانک میڈیا سال میں ایک دو بار کسی ایم این اے یا وزیر کبیر کے حوالے سے کسی مسیحی تہوار کے موقع پر چاپلوسی کروا کر یہ سمجھتا ہے کہ مسیحی اور اقلیتیں خوش ہو گئیں؟ یہ سراسر ناانصافی ہے۔ درسی اور تاریخی کتب میں بھی محض بادشاہوں کی حالات زندگی اور صرف اسلامی حکومتوں کے عروج و زوال کی داستانیں ہیں۔ ان میں بھی اقلیتوں اور عوام کا کچھ عمل دخل دیکھنے کو نہیں ملتا۔ غرضیکہ کھیل کا میدان ہو یا آرٹ و فن، زندگی کے کسی بھی شعبے میں اقلیتیں اپنا ٹیلنٹ کھل کر

نچھاور کرنے سے قاصر ہیں۔ اقلیتی لکھاری' دانش ور اور صحافی اپنے طور پر احساس محرومی میں ہیں کیونکہ جب انہیں ان کے حقوق نہیں ملیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ گھٹن تو محسوس کریں گے ہی!

پاکستان میں مسیحیوں کے بے شمار چکوک ہیں جہاں اکثریت میں مسیحی ہیں۔ کبھی اہل قلم ودانش کو وقت ملے تو وہ ان مسیحی چکوک کا دورہ کر کے دیکھیں کہ وہاں مسیحی اور مسلمان کتنے امن اور محبت سے رہتے ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا ایک ہے اور ان کے آپس میں نجی تعلقات ہیں۔ اس کے مقابلے میں جس گاؤں میں مسلمان اکثریت میں ہیں' وہاں مسیحیوں کو "چوہڑے" کہنا عام معمول کی بات ہے۔ بلکہ ایسی باتیں تو دارالخلافہ تک میں سننے میں آتی ہیں تو دیہاتوں یا عام شہروں سے کیسا تعجب؟

پاکستان میں ہر معاملے میں دوہرے معیار کا اندازہ اس بات سے ہی لگا لیں کہ ہمارے ملک میں ہالی وڈ اور انڈین ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے مشکل اور پیچیدہ نام تو بچے بچے کو حفظ ہو چکے ہیں لیکن جب کسی پاکستانی غریب مسیحی کا انگریزی نام دفتروں میں کسی فائل پر نظر آجائے تو آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا اور افسروں کی زبانوں سے انگریزی نام پھسلنا کوئی انہونی بات نہیں لگتی۔ اس بات کی تصدیق سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس مسٹر سجاد علی شاہ صاحب نے بھی کی ہے جو ریکارڈ پر ہے کہ مسیحیوں اور دوسری اقلیتوں کو ابھی تک ان کے اصل عہدہ کے مطابق ملازمتیں نہیں مل سکیں اور نہ ہی انہیں ان کے دیگر حقوق ملے ہیں۔

ان گولڈن جوبلی تقاریب پر تمام محب وطن پاکستانیوں' اہل قلم ودانش' صحافیوں' شاعروں' مفکروں' روشن خیالوں' لبرل اور سیکولر سوچیں رکھنے والے ہم فکروں اور جمہوری رویوں کو فروغ دینے والوں کو چاہیے کہ گولڈن جوبلی تقریبات کو محض "جشن" کا نام دینے کی بجائے اپنے اپنے احتساب کا عمل بھی ساتھ ساتھ جاری رکھیں کہ ہم نے پاکستان کو کیا دیا؟ وہ کون سے کام ہیں جو گزشتہ پچاس سالوں میں ہم نہیں کر سکے جنہیں اب کرنا ہے۔

آیئے عہد کریں کہ وہ تمام کوتاہیاں جو ہم سے پچھلے پچاس برسوں میں سرزد ہوئی ہیں ان کا ازالہ آئندہ بہتر خدمت کر کے کریں تا کہ ہمارا پاکستان واقعی خوشحال پاکستان کہلا سکے۔ اگر ہمارے ملک کے بعد آزاد ہونے والے کئی دوسرے ممالک اب ترقی یافتہ ملکوں کے قریب تر پہنچ چکے ہیں تو ہم پاکستانی قوم کس لحاظ سے کسی سے کم ہیں؟ پاکستان میں ہر قسم کے ذخائر پوشیدہ ہیں بس انہیں مزید ڈھونڈنے اور بروقت اور صحیح جگہ استعمال میں لانے کی ضرورت ہے۔ یہی ترقی یافتہ کہلوانے کے ٹارگٹ کی سمت ہمارا پہلا جاندار قدم ہونا چاہیے۔

ترجمہ : مصباح الرحمٰن یوسفی

2025 تک کے لیے
عیسائیت کے فروغ کا منصوبہ

۱۹۷۸ء میں شمالی امریکہ میں لوزان کے مقام پر معاصر عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلہ میں ایک تاریخی اور اہم کانفرنس ہوئی جس میں دنیا بھر سے ڈیڑھ سو کے لگ بھگ صف اول کے عیسائی علماء اور ماہرین شریک ہوئے جو مختلف کلیساؤں' عیسائی مشنری اداروں اور تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل تھے۔ اس موقع پر تمام شرکاء کانفرنس نے اپنے تجربات' علم و دانش اور فہم و بصیرت کی روشنی میں عیسائیت کی ترویج اور بالخصوص مسلمانوں میں اس کی تبلیغ کے لیے عملی تجاویز دیں۔ کانفرنس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اگر فوری طور پر عیسائیت مسلمانوں میں نفوذ نہیں ہو سکتی تو کم از کم مسلمانوں میں اخلاقی اور دینی کمزوری اور انحراف پیدا کرنے کے لیے ان کو اپنے دین سے دور کر دیا جائے۔ کانفرنس کے شرکاء نے اپنی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کا بھی فیصلہ کیا جو بعد میں مشہور اور متعصب عیسائی مبلغ سموئیل زویمر کے نام سے موسوم ہوا۔

اس دن کلیسا کے علمبرداروں نے عیسائیت کی تبلیغ اور اشاعت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بھرپور انداز سے مسلمانوں کو بے راہ روی میں مبتلا کر کے' ان کے نوجوانوں کو فحاشی اور اباحیت کی طرف بلا کر اسلام کے قلعے کو اندر سے کھوکھلا کرنے کی مہم چلائی گئی۔ اور اس حرکت پر کسی قسم کی معذرت یا ندامت کا احساس کرنے کے بجائے فخر و مباہات کا اظہار کیا گیا۔ مختلف رپورٹوں کی شکل میں اپنی کارکردگی اور کامیابیوں کو علانیہ طور پر منظر عام پر لایا جانے لگا اور اس طرح اب یہ کوئی سربستہ راز نہیں رہا۔

زیر نظر معلومات بھی بین الاقوامی عیسائی مشنریز کی تیرہویں سالانہ رپورٹ پر مشتمل ہیں جو انٹرنیشنل بلٹن برائے تحقیق و ترویج عیسائیت میں شائع ہوئی۔ ہم یہ تفصیلات کویتی جریدہ "المجتمع" شمارہ نمبر ۱۲۸۰' ۱۶۔ دسمبر ۱۹۹۷ء کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ ان تفصیلات سے عیسائی مشنریز کی ماضی کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ مستقبل کے عزائم کی بھی عکاسی ہوتی ہے کہ آئندہ ربع صدی میں ان کے کیا منصوبے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا

ٹارگٹ مقرر کیے گئے ہیں' کتنا سرمایہ اس راہ میں کھپانے کا پروگرام ہے' کتنے عیسائی مبلغ اور مشنریز اس مہم میں حصہ لیں گے اور اس کے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟

ورجینا (امریکہ) کی ایک یونیورسٹی میں عیسائی مشنریز کے ریسرچ پروفیسر ڈیوڈ بیرٹ ان اعداد و شمار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یہ دنیا پر عیسائیت کے واضح اور بھاری بھر کم اثرات کی غمازی کرتے ہیں۔ ایک سرگرمی کو ہی دیکھئے کہ صرف ۱۹۹۶ء میں انجیل کے ۸ ارب نسخے پوری دنیا میں تقسیم کیے گئے اور یہ بات معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ گزشتہ سال تک دنیا کے کتب خانوں میں حضرت مسیحؑ کے حوالے سے موجود کتب کی تعداد ۶۵۷۵۱ تک پہنچ گئی جن میں سے ۵۳۰۹۴ کتب کے سرورق پر حضرت مسیحؑ کا نام جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

ان اعداد و شمار میں دنیا کے وہ علاقے بھی مذکور ہیں جہاں پر عیسائی دعوت نہیں پہنچی ہے اور غیر مسیحی دنیا کو الف اور ب دو طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ الف سے مراد وہ علاقے ہیں جو عیسائیت کی دعوت سے بالکل نابلد ہیں۔ جبکہ ب سے مراد وہ علاقے ہیں جو عیسائی علاقوں سے متصل ہیں اور اس غیر عیسائی دنیا کے بارے میں جغرافیائی اور زبانوں کے حوالے سے اور علاقائی عادات و رسوم وغیرہ کے متعلق مکمل تفاصیل فراہم کی جا چکی ہیں۔

اس وقت غیر عیسائی دنیا کی آبادی ۳.۰۰ ارب افراد پر مشتمل ہے۔ اور اس آبادی میں اوسطاً ۴۷ ملین سالانہ اضافہ ہو رہا ہے گویا ۱۲۹۰۰۰ افراد روزانہ کے حساب سے بڑھ رہے ہیں جبکہ ۱۹۰۰ء میں یہ اضافہ صرف ایک ملین تھا۔ توقع ہے کہ ۲۰۰۰ء تک غیر عیسائی آبادی ۴ ارب سے تجاوز کر جائے گی اور ۲۰۲۵ میں ۵.۲ ارب تک پہنچ جائے گی۔

دنیا کی ۸۱ فیصد آبادی کسی نہ کسی دین سے تعلق رکھتی ہے جبکہ ملحد اور بے دینوں کی تعداد ۱۱۰ ملین تک ہے۔ اس وقت دنیا میں ۱۵ ہزار سے زیادہ ادیان و مذاہب موجود ہیں جبکہ روزانہ دو تین کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ اضافہ اور تنوع بھی عیسائیت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ تاہم عیسائی مشنریز کی کارکردگی' کلیساؤں کی کامیابیاں اور دیگر اداروں کی پیش رفت کو مسلسل سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

اس وقت دنیا بھر میں ۳۴ ملین تا نتز پر مشتمل کتب کا خزانہ موجود ہے جو ۳۶۰ زبانوں پر مشتمل ہے اور تقریباً ۹ لاکھ نئی کتب ہر سال چھپتی ہیں۔ اس طرح حضرت مسیحؑ سے متعلق ۶۵۵۷۱ کتب' تمام کتب کا ۰.۲ فیصد ہیں۔ نیز عیسائی دنیا کے ۷۳ فیصد افراد ان نوجوانوں اور بچوں پر مشتمل ہیں جو کہ پڑھنا جانتے ہیں۔ جبکہ مزید ۱۵ فیصد وہ ہیں جو پڑھنے

کی استعداد رکھتے ہیں لیکن ان کو حضرت مسیحؑ سے متعلقہ ۶۰ء۲ فیصد کتب پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے۔"

۲۰ ویں اور ۲۱ ویں صدی میں عیسائیت کے فروغ کا تفصیلی چارٹ رمنصوبہ

	۱۹۰۰	۱۹۷۰	۱۹۹۷ء	۲۰۰۰ء	۲۰۲۵ء
دنیا کی آبادی					
۱۔ کل آبادی	۱،۶۱۹،۸۸۶،۸۰۰	۳،۶۹۷،۱۴۱،۰۰۰	۵،۸۹۲،۴۸۰،۰۰۰	۶،۱۵۸،۰۵۱،۰۰۰	۸،۲۹۴،۳۴۱،۰۰۰
۲۔ شہری آبادی	۲۳۲،۶۹۴،۹۰۰	۱،۳۵۲،۷۸۴،۰۰۰	۲،۷۱۴،۸۰۶،۰۰۰	۲،۹۲۴،۳۰۶،۰۰۰	۵،۰۶۵،۲۵۴،۰۰۰
۳۔ دیہی آبادی	۱،۳۸۷،۱۹۱،۰۰۰	۲،۳۴۴،۳۵۷،۰۰۰	۳،۱۷۵،۶۷۴،۰۰۰	۳،۲۳۳،۷۴۵،۰۰۰	۳،۲۲۸،۹۸۷،۰۰۰
۴۔ بالغ افراد (۱۵ سال سے اوپر)	۱،۰۲۵،۹۳۸،۰۰۰	۲،۳۱۰،۷۱۳،۰۰۰	۴،۰۵۹،۸۰۱۰۰۰	۴،۲۳۲،۸۹۷،۰۰۰	۶،۲۲۹،۰۵۰،۰۰۰
۵۔ خواندہ	۲۸۶،۷۰۵،۰۰۰	۱،۴۷۹،۶۹۷،۰۰۰	۲،۶۸۰،۴۳۱،۰۰۰	۳،۰۰۳،۹۷۱،۰۰۰	۵،۰۹۳،۴۹۴،۰۰۰
۶۔ ناخواندہ	۷۳۹،۲۳۲،۰۰۰	۸۳۱،۰۱۶،۰۰۰	۱،۲۷۴،۷۷۰،۰۰۰	۱،۲۲۸،۹۲۶،۰۰۰	۱،۱۳۵،۵۵۶،۰۰۰
شہری آبادی کی توسیع					
۷۔ شہری آبادی (ایک لاکھ سے اوپر)	۳۰۰	۲۴۰۰	۳۹۶۰	۴۲۰۰	۶۸۰۰
۸۔ بڑی شہری آبادیاں (دس لاکھ سے اوپر)	۲۰	۱۶۱	۴۰۰	۴۳۳	۶۵۰
۹۔ شہری آبادی کے نادار	۱۰۰ ملین	۵۶۰ ملین	۱۷۸۲ ملین	۲۰۰۰ ملین	۳۰۵۰ ملین
۱۰۔ گنجان محلوں کی آبادیاں	۲۰ ملین	۲۶۰ ملین	۱۰۴۳ ملین	۱۳۰۰ ملین	۲۱۰۰ ملین
ادیان کے لحاظ سے دنیا کی آبادی					
۱۱۔ تمام گروہوں کے عیسائی (۷ گروپ)	۵۵۸۰۵۶۳۰۰	۱،۲۳۵،۹۳۴،۰۰۰	۱،۹۹۵،۰۲۶،۰۰۰	۲،۱۱۹،۳۴۲،۰۰۰	۳،۰۵۸،۲۲۹،۰۰۰
۱۲۔ مسلمان	۲۰۰،۱۰۲،۲۰۰	۵۶۴،۲۱۱،۰۰۰	۱،۱۵۴،۳۰۴،۰۰۰	۱،۲۴۰،۲۵۸،۰۰۰	۱،۹۵۷،۰۱۹،۰۰۰
۱۳۔ لادین	۲،۹۲۳،۳۰۰	۵۵۶،۱۶۹،۰۰۰	۸۸۶،۱۰۴،۰۰۰	۹۱۵،۷۱۴،۰۰۰	۱،۱۱۲،۱۹۱،۰۰۰

۱۴۔ ہندو	۲۰۳'۰۳۳'۳۰۰	۳۷۷'۰۲۴'۰۰۰	۸۰۶'۰۹۹'۰۰۰	۸۱۲'۳۹۷'۰۰۰	۱۰۹۱'۲۷۷'۰۰
۱۵۔ بودھسٹ	۱۲۷'۱۵۹'۰۰	۲۲۷'۲۶۲'۰۰۰	۳۲۸'۲۳۳'۰۰۰	۳۳۳'۸۵۲'۰۰۰	۲۹۰'۸۱۸'۰۰۰
۱۶۔ ملحد	۲۲۵'۶۰۰	۱۶۹'۲۷۷'۰۰۰	۲۲۲'۳۸۹'۰۰۰	۲۳۱'۵۱۵'۰۰۰	۲۰۰'۸۷۸'۰۰۰
۱۷۔ نئے ادیان	۵'۹۱۰'۰۰۰	۷۸'۲۸۸'۰۰۰	۱۲۴'۸۳۵'۰۰۰	۱۳۰'۳۵۲'۰۰۰	۱۴۸'۲۶۶'۰۰۰
۱۸۔ قبائلی ادیان	۱۰۶'۳۳۹'۶۰۰	۹۰'۲۰۳'۰۰۰	۱۰۰'۱۳۷'۰۰۰	۱۰۰'۸۶۲'۰۰۰	۱۱۱'۲۰۴'۰۰۰
۱۹۔ سکھ	۲'۹۶۰'۶۰۰	۱۰'۸۱۸'۰۰۰	۲۰'۱۵۹'۹۹۹	۲۱'۷۷۴'۰۰۰	۱۷'۳۳۷'۰۰۰
۲۰۔ یہودی	۱۲'۲۶۹'۸۰۰	۱۳'۶۰۵'۰۰۰	۱۴'۱۸۰'۰۰۰	۱۵'۱۹۲'۰۰۰	۱۷'۱۵۸'۰۰۰
۲۱۔ غیر عیسائی (گروپ					
الف اور ب)	۱'۰۶۱'۸۳'۵۰۰	۲'۴۵۱'۲۰۷'۰۰۰	۳'۸۹۷'۴۵۴'۰۰	۴'۰۳۸'۷۰۹'۰۰۰	۵'۲۲۹'۱۱۲'۰۰۰

عالمی عیسائیت

۲۲۔ دنیا میں					
عیسائی تناسب	٪۳۴'۴	٪۳۳'۷	٪۳۳'۹	٪۳۴'۴	٪۳۶'۹
۲۳۔ چرچ					
سے منسوب	۵۲۱'۵۶۳'۲۰۰	۱'۱۵۹'۱۱۹'۰۰	۱'۸۰۸'۲۷۸'۰۰۰	۱'۸۸۸'۴۷۰'۰۰۰	۲'۵۸۹۲۰۶'۰۰۰
۲۴۔ عملی عیسائی	۴۶۹'۲۵۹'۸۰۰	۹۰۵'۴۵۲'۰۰۰	۱'۳۱۵'۶۹۳'۰۰۰	۱'۳۵۶'۵۱۳'۰۰۰	۲'۱۸۰'۰۰۰'۰۰۰
۲۵۔ عوام میں					
موثر افراد	۳'۷۰۰'۰۰۰	۷۴'۳۵۲'۰۰۰	۴۹۷'۴۲۳'۰۰۰	۵۵۴'۱۵۷'۰۰۰	۱'۴۳۰'۰۰۰'۰۰۰
۲۶۔ کام					
کرنے والے	۵۰ ملین	۳۰۰ ملین	۷۵۹'۲۷۵'۰۰	۸۵۹'۹۸۰'۰۰۰	۴'۱۱۶'۵۰۰'۰۰۰
۲۷۔ جاں نثار	۳۵'۶۰۰	۲۳۰'۰۰۰	۱۶۰'۰۰۰	۱۶۵'۰۰۰	۳۰۰'۰۰۰
۲۸۔ مقامی	۱'۰۵۰'۰۰۰	۲'۳۵۰'۰۰۰	۴'۷۴۸'۰۰۰	۵'۱۰۱'۰۰۰	۲'۵۰۰'۰۰۰
۲۹۔ غیر مقامی	۶۲'۰۰۰	۲۴۰'۰۰۰	۳۰۳'۰۰۰	۴۲۰'۰۰۰	۵۵۰'۰۰۰

مالیات (امریکی ڈالر)

۳۰۔ کلیسا کے مقاصد					
کے لیے	۸ بلین	۷۰ بلین	۲۰۰ بلین	۲۲۰ بلین	۸۷۰ بلین

۳۱۔ کلیساؤں

کی آمدن	۷ بلین	۵۰ بلین	۹۵ بلین	۱۰۰ بلین	۳۰۰ بلین
۳۲۔ کلیساؤں کے متوازی دیگر اداروں کی آمدن	— بلین	۲۰ بلین	۱۰۵ بلین	۱۲۰ بلین	۵۷۰ بلین
۳۳۔ بین الاقوامی وفود، تنظیموں کی آمدنی	۲۰۰ ملین	۳ بلین	۱۰.۹ بلین	۱۲ بلین	۶۰ بلین
۳۴۔ عیسائیوں کے زیر استعمال کمپیوٹر	—	۱۰۰۰	۳۱۵،۰۰۰،۰۰۰	۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰	۲،۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰
عیسائی مطبوعات					
۳۵۔ ہر سال کی نئی کتب	۲۲۰۰	۱۷،۱۰۰	۲۴،۴۰۰	۲۵،۰۰۰	۷۰،۰۰۰
۳۶۔ عیسائی میگزین		۳۵۰۰	۲۳،۰۰۰	۳۵،۰۰۰	۱۰۰،۰۰۰
۳۷۔ نئی کتب، عیسائی مقالات	۵۰۰	۳،۱۰۰	۱۴،۱۰۰	۱۹،۰۰۰	۸۰،۰۰۰
کتب مقدس کی تقسیم					
۳۸۔ عہد قدیم وجدید	۵،۴۵۲،۶۰۰	۲۵،۰۰۰،۰۰۰	۶۴،۰۹۴۰،۰۰۰	۷۰،۰۰۰،۰۰۰	۱۸۰،۰۰۰،۰۰۰
۳۹۔ عہد جدید	۷،۳۰۰،۰۰۰	۴۵،۰۰۰،۰۰۰	۹۹،۳۸۵،۰۰۰	۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰	۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰
۴۰۔ کتاب مقدس، اناجیل ودیگر منتخب اجزاء	۲۰ ملین	۲۸۱ ملین	۱،۸۳۲ ملین	۲،۰۵۰ ملین	۴۰۰۰ ملین
نشریات					
۴۱۔ ٹی وی اور ریڈیو اسٹیشن	۱،۲۳۰	۳،۴۰۰	۴،۰۰۰	۱۰،۰۰۰	
۴۲۔ ناہموار سامعین وناظرین اتخمینہ	۷۵۰،۰۰۰،۰۰۰	۱،۸۹۶،۱۷۶،۰۰۰	۲،۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰	۳،۸۰۰،۰۰۰،۰۰۰	
۴۳۔ عیسائی چینل کے سامعین وناظرین	—	۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰	۵۵۳،۱۳۹،۰۰۰	۶۰۰،۰۰۰،۰۰۰	۱،۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰

۴۴۔ سیکولر چینل کے سامعین وناظرین	-	۶۵۰،۰۰۰،۰۰۰	۱،۵۹۷،۳۲۲،۰۰۰	۱،۸۱۰،۰۰۰،۰۰۰	۲،۸۰۰،۰۰۰،۰۰۰

تبلیغ عیسائیت

۴۵۔ ہر سال عیسائی بنانے کے اوقات	۱۰ بلین	۹۹ بلین	۴۳۲ بلین	۴۸۰ بلین	۴،۲۵۰ بلین
۴۶۔ ہر شخص کے لیے گفتگو کے مواقع	۶	۲۷	۷۳	۷۷	۵۰۰

امریکہ کی دس بڑی عیسائی تنظیموں کا بیرون ملک عیسائی پرچار کے لیے صرف ۱۹۹۶ء کا بجٹ

تنظیم کا نام	بجٹ
World Vision	212.9 ملین امریکی ڈالر
Southern Baptist Convent	165.7 ملین امریکی ڈالر
Assemblies of God	96.3 ملین امریکی ڈالر
Seventh Day Adventist	72.2 ملین امریکی ڈالر
Wyclif Bible Translators U.S.A	57 2 ملین امریکی ڈالر
Churches of Christ	52 ملین امریکی ڈالر
M.A.P. International	50.1 ملین امریکی ڈالر
Church World Service	48.8 ملین امریکی ڈالر
Campus Crusade for Christ	45.5 ملین امریکی ڈالر
Compassion International	44 ملین امریکی ڈالر

پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

پروفیسر ڈیوڈ بیریٹ جو اس رپورٹ ر منصوبہ پر تفصیلی تبصرہ پیش کر چکے ہیں، کی نظر میں عیسائیت کے پرچار کے لیے عیسائی مشنریز کی یہ جدوجہد ناکافی ہے اور ان کو خدشہ ہے کہ اس طرح ہم دنیا کی آبادی کو بڑی سست رفتاری سے عیسائیت کی طرف بلا رہے ہیں اور بڑی کوتاہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور بقول ان کے اس طرح نہ صرف ہم دنیا سے عیسائیت

کا رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہیں گے بلکہ موجودہ عیسائی دنیا کا وجود بھی خطرے سے دوچار رہے گا۔

یہ تفاصیل پورے عالم اسلام کے لیے بالعموم اور اسلامی تنظیموں اور مسلمان حکمرانوں کے لیے بالخصوص بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک طرف تو عیسائی مشنریز اس وقت تین ہزار چار سو (۳۴۰۰) ٹی وی اسٹیشن چلا رہے ہیں اور اس کو اپنی کوتاہی سمجھتے ہوئے اس تعداد کو دس ہزار تک پہنچنے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے ٹی وی اور ریڈیو کے چینل ابھی تک فحاشی' عریانی اور اباحیت کے پرچار پر مصر ہیں۔ بمشکل ایک دو ملکوں سے برائے نام قرآنی چینل سننے یا دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ کیا ہم اپنی دعوت کو اربوں افراد تک پہنچنے سے غافل رہیں گے؟ اور اپنی مسلمان نسل کو بھی ان عیسائی اداروں کے رحم وکرم پر چھوڑے رہیں گے تا کہ وہ ان کو اگر عیسائی نہ بھی بنا سکیں تو کم از کم مسلمان بھی نہیں رہنے دیں۔ یہ سنگین معاملہ ان اسلامی تنظیموں' اداروں اور مسلمان حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے جو اپنی تمام توانائیاں اس وقت بھی باہمی اختلافات' جھگڑوں اور چپقلشوں میں صرف کر رہے ہیں۔ اور ہمہ وقت ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں مصروف ہیں یا اپنی اقوام کو کچلنے سے فارغ نہیں ہیں۔

خدارا! سوچیے کیا ہم اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں؟ یا اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھوں اور نئی نسل کو بے راہ روی میں مبتلا کر کے اپنے ہی وجود کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(بہ شکریہ ماہنامہ "دعوہ" اسلام آباد)

سہ ماہی الشریعہ گوجرانوالہ

کی جولائی ۹۸ء کی اشاعت

دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور آج کی ضروریات

کے عنوان پر ممتاز اہل قلم کی نگارشات پر مشتمل ہوگا' ان شاء اللہ تعالیٰ

جناب انوار حسین ہاشمی

پاکستان کو پہلے "سیکولر" اور پھر "عیسائی ریاست" بنانے کا منصوبہ

دنیا بھر کی سب سے بڑی عیسائی تنظیموں کے مشترکہ اہم ترین مشن "ورلڈ آپریشن" کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے۔ ورلڈ آپریشن کیا ہے؟

☆ اٹھو اور دنیا پر غلبہ حاصل کرو۔

☆ مسیح کے لیے اسلام کو فتح کرو۔

☆ مسلمانوں کو مکمل سیکولر بنا کر عیسائیت میں داخل کرو۔

☆ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ان میں کوئی "لارنس آف عریبیہ" پیدا کرو۔

ورلڈ آپریشن کا یہ مختصر سا چار نکاتی ایجنڈا ہے جس پر عیسائی دنیا اربوں ڈالر خرچ کر کے انتہائی منظم انداز میں تیزی سے عمل پیرا ہے اور عیسائی تنظیموں کی ورلڈ رپورٹوں کے مطابق ان کا سب سے بڑا ٹارگٹ اس وقت پاکستان ہے۔ اس کام کے لیے پاکستان میں عیسائی تنظیموں کا انتہائی خفیہ اور محتاط نیٹ ورک کام کیسے کر رہا ہے، اس بارے میں پہلی بار بڑے اہم انکشافات سامنے آئے ہیں۔ ان کا ذکر کرنے سے قبل اسلامی ممالک کی مشترکہ سیکرٹ سروس رپورٹوں کے چند اقتباسات دیکھ لیتے ہیں جس سے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ کم از کم کسی حد تک مسلمان اپنے مذہب کے خلاف عیسائیوں کے مذموم مقاصد پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ان رپورٹوں کے مطابق

"البانیہ یورپ کا غریب ترین اسلامی ملک ہے جسے اشتراکیوں کے پنجے سے رہائی ملنے کے بعد عیسائیوں کے قبضے میں دینے کی سازشوں کا منصوبہ سامنے آیا۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف عیسائی قوتوں کی وحشیانہ کارروائیوں کے بعد دنیا نے عیسائیوں کے مقاصد دیکھ لیے ہیں۔ اس وقت پاکستان اور ایران، امریکی اور یورپی عیسائی قوتوں کا سب سے بڑا مشکل ترین ٹارگٹ ہیں۔ ایران کو وہ براہ راست سیکرٹ سروس اور جنگی حکمت عملی کے ذریعے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا کر اسے مکمل عیسائی ریاست بنانے کے منصوبے

انتہائی منظم اور خفیہ طریقہ سے عمل ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں برطانیہ ان عیسائی تنظیموں کے رابطہ کا اہم مرکز ہے۔ یہ وہی برطانوی سامراج ہے جس نے اپنی اسلام دشمنی کی تسکین کے لیے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو وجود دیا۔ جس طرح روسی سامراج نے خلیج میں بہائی مسلک کی بنیاد ڈالی، اسی طرح اس برطانوی سامراج نے برصغیر میں قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی اور سوڈان میں مہدویت کا فتنہ کھڑا کیا اور اب پاکستان میں بالواسطہ اور بلاواسطہ مذہبیت کو ختم کر کے پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے اور نئی نسل کو عیسائیت میں داخل کرنے میں مصروف ہیں تاکہ مستقبل میں اس اسلامی ریاست میں عیسائیت کی تعلیم و تبلیغ کے لیے میدان ہموار ہو جائے اور ورلڈ آپریشن کا سب سے بڑا ٹارگٹ حاصل کیا جائے۔

دنیا پر عیسائیت کی حکمرانی کے مقاصد لے کر ورلڈ آپریشن کے نام سے شروع کیے جانے والے اس مشن میں بعض مراحل ایسے بھی آتے ہیں جہاں پاکستان میں بعض عیسائی تنظیمیں یا عیسائی شخصیات امریکی سی آئی اے کے ایجنٹ کا کام بھی کرتے ہیں جن کے بارے میں بعض ایسی چیزیں باقاعدہ ریکارڈ پر موجود ہیں جن میں پاکستان میں موجود کچھ عیسائی تنظیموں نے اس بات پر سخت احتجاج ریکارڈ کرایا ہے کہ امریکہ اس خطے میں ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے پاکستان میں عیسائی تنظیموں کو استعمال کر کے عیسائی مشن کو بدنام کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض ذمہ دار اداروں کی رپورٹوں میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ امریکی سی آئی اے اور عیسائی تنظیمیں پاکستان میں وطن مخالف اور مذہب مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ نیز امریکہ ایران سے دشمنی کے نتیجہ میں ایران کو تنہا کرنے کے لیے پاکستان کو ناراض کرنا چاہتا ہے اور اس چیز کے خدشات بھی موجود ہیں کہ شیعہ سنی فسادات اور ایرانی شخصیات کے قتل میں دیگر تنظیموں کے علاوہ امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں کا ہاتھ بھی ہے۔ عیسائیت کے غلبہ کا مشن ویسے تو طویل عرصہ سے جاری چلا آ رہا ہے لیکن اسے ورلڈ آپریشن کے نام سے تیزی اس وقت دی گئی جب افغانستان میں روس کی شکست واضح ہو گئی اور اسلامی بلاک کے وجود اور دنیا بھر میں اسلامی انقلابی تحریکوں کے خطرات عیسائیوں کو نظر آنے لگے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۸۵-۸۶ء میں امریکہ، برطانیہ اور سنگاپور کے عیسائیوں کا اعلیٰ ماہرین پر مشتمل ایک وفد پاکستان آیا جنہیں پاکستان میں موجود ورلڈ آپریشن کے نمائندہ عیسائیوں کی مدد حاصل ہوئی اور انہوں نے پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ اور مسلمانوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کرنے کے لیے فضا اور حالات کا جائزہ لیا۔ پاکستان میں اس وقت عیسائیوں کی افرادی قوت کے بارے میں معلوم کیا گیا تاکہ ان صحیح اعداد و شمار کو مد نظر رکھ کر پاکستان میں عیسائیت

کے غلبہ کے لیے آپریشن شروع کیا جائے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس ابتدائی رپورٹ میں جو برطانیہ، سنگاپور اور امریکہ کے علاوہ دنیا بھر میں ورلڈ آپریشن کے دفاتر کو روانہ کی گئی، اس کی نمایاں سرخی یہ تھی کہ :

"مسلمان ممالک میں سے پاکستان عیسائیت کے لیے موزوں ترین ملک ہے۔"

☆ اس ابتدائی رپورٹ میں پاکستان کی کل آبادی ۹ کروڑ ۹۲ لاکھ دکھائی گئی ہے۔

☆ رپورٹ میں پاکستان میں شیعہ مسلک سے وابستہ کل آبادی کا ۲۷ فیصد دکھایا گیا ہے۔

☆ ۸۶-۱۹۸۵ء میں عیسائیوں کی تعداد ۸ لاکھ دکھائی گئی جبکہ اتنی ہی تعداد ایسے افراد کی درج کی گئی جو کسی نہ کسی صورت عیسائیت سے وابستہ ہیں۔

اس خفیہ رپورٹ کے کچھ حصول کا عکس زیر نظر سطور میں پیش کیا جا رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی تنظیموں نے اس ابتدائی رپورٹ ہی میں اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان میں عیسائیت کے فروغ کی امید ظاہر کی۔ پاکستان میں عیسائیت کو تیزی سے پروان چڑھانے کے لیے دعائیہ کلمات استعمال کیے اور اپنے مشن کے بعض پہلوؤں کے لیے رپورٹ میں مخصوص کوڈ بھی استعمال کیے گئے۔ معلوم ہوا کہ بعد از آپریشن کے ہر پانچ سال بعد ایسی رپورٹ ارسال کی جاتی ہے جس میں پاکستان میں عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی شرح اور بغیر نام ظاہر کیے عیسائیت سے وابستہ افراد کی تعداد بھی درج ہوتی ہے۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے خاص طور پر لاہور میں گارڈن ٹاؤن، ماڈل ٹاؤن، گلبرگ، ٹاؤن شپ، ملتان روڈ، ٹمپل روڈ، وارث روڈ، میکلوڈ روڈ اور کئی دیگر جگہوں پر خاص مراکز میں کام ہو رہا ہے۔ چرچ سے ملحقہ دفاتر، پرائیویٹ بنگلوں میں عیسائی نمائندوں کے ہفتہ وار اجلاس ہوتے ہیں۔ ورلڈ آپریشن کو پاکستان میں کامیاب بنانے کے لیے براہ راست تربیت یافتہ افراد اور مشنوں کے علاوہ سالویشن آرمی، عیسائی ممالک کی امداد سے چلنے والی این جی اوز، پاکستان میں پوپ کے نمائندے، پادری اور بشپ، سالویشن آرمی کے عہدوں پر کام کرنے والی عیسائی شخصیات مصروف عمل ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسی شخصیات جو مسلمان سے عیسائی ہوئی ہیں، وہ بھی لاہور میں مختلف مراکز میں عیسائیت کی تبلیغ میں دن رات مصروف ہیں اور اپنے مسلمان دوستوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں ہر طرح کا لالچ دے کر مشن پر کام کر رہے ہیں۔

پاکستان یونین آف سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹس

عیسائیت کے مشن کے لیے پاکستان میں کام کرنے والی سب سے بڑی این جی او؟

جس پر بین الاقوامی عیسائی تنظیموں کے کروڑوں ڈالر خرچ کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں اس کا بڑا مرکز لاہور میں ٹھوکر نیاز بیگ سے ملتان روڈ پر ۱۴ کلو میٹر پر واقع ہے۔ وسیع و عریض احاطے پر مشتمل اس جگہ کا نام "ایڈونٹ پورہ" رکھا گیا ہے جس کے احاطے میں مشن پر آئی ہوئی غیر ملکی عیسائی شخصیات کی رہائش گاہوں کے علاوہ چرچ، سکول، ریکارڈنگ اور براڈ کاسٹنگ سٹوڈیوز اور جدید پرنٹنگ پریس موجود ہیں اور اس احاطے میں عام افراد کا جانا ناممکن ہے۔ اس احاطے میں دیگر شخصیات کے علاوہ کارتھ انتھنی، بروس ووٹ، چارلس ڈین اور ڈاکٹر اختر وقار انجیلی اہم ذمہ داریوں پر کام کرتے ہیں۔ عیسائیت کے فروغ اور مخصوص نظریات کے پرچار کے لیے یہاں جدید پریس میں کتابیں اور لٹریچر پرنٹ ہوتا ہے نیز برطانیہ اور دیگر ممالک سے آنے والی قیمتی کتب کا اسٹاک بھی یہاں سے ملک بھر کے مختلف شہروں میں پہنچایا جاتا ہے۔ یہاں کے ریکارڈنگ سٹوڈیوز میں پاکستان میں سیکولر معاشرے کے قیام اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے استعمال ہونے والی آڈیو اور ویڈیو کیسیں ریکارڈ کی جاتی ہیں اور بعض اہم ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ یہاں پر موبائل براڈ کاسٹنگ سسٹم بھی موجود ہے۔ جہاں سے ریڈیو پر مخصوص فریکوئنسی میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ اور عیسائیت کی تبلیغ کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ پاکستان کے ریڈیو پر مختلف اوقات میں "فیبا" ریڈیو کی نشریات بھی سنی جاتی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نشریات کسی اور ملک سے نشر کی جاتی ہیں لیکن فیبا ریڈیو کے لیے کام کرنے والی ایک عیسائی شخصیت بریگیڈیر (ریٹائرڈ) بی کے مسیح جو کہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں مقیم ہے، نے انکشاف کیا ہے کہ یہ ریڈیو سٹیشن راولپنڈی کے علاوہ پاکستان کے ایک اور نامعلوم مقام پر موجود ہے۔ عیسائیت کے فروغ کے لیے پاکستان میں کام کرنے والے خفیہ براڈ کاسٹنگ سنٹروں کے بارے میں جب تحقیق کی گئی تو کئی ایسے ایڈریس معلوم ہوئے جن کے کنٹرول میں رہ کر پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک میں ایسی شر انگیز نشریات جاری کی جاتی ہیں۔

WRMF (World Radio Missionary Fellowship, Inc)

- NZ. P.O. Box 27-172, AUCKLAND 4

- USA. P.O.Box 3000, OPA LOCKA, FL 33055

- UK. 7 WEST BANK, DORKING, SURRY RH43BZ

FEBA # (Far East Broadcasting Association)

UK IVY ARCH RD. WORTHING, W. SUSSEX BN. 14 8BU

FEBC (Far East Broadcasting Company, Inc)

USA P.O.Box 1, LA MIRADA, CA 90637

AUST P.O. Box 183 CARINGBAH, NWS 2229.

NZ. P.O.Box 4140, HAMILTON.

IBRA (International Broadcasting Association)

SWEDEN S-105 36 STOCKHOLM

عیسائیت کے غلبہ کی خاطر ورلڈ آپریشن کے نام سے شروع کیے گئے اس آپریشن کے لیے دنیا بھر میں ان کے جو مشن یا ایجنسیاں کام کر رہی ہیں ان کو مختلف نام دیے گئے ہیں۔ جیسے

ABC (Afghan Border Crusade)

APCM (Asia Pacific Christian Mission)

CAM (Central Asian Mission)

MECO (Middle East Christian Out Reach)

مشن سے وابستہ کئی افراد سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سب کے سب اسلام پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو قابو کرنے کے لیے پہلے ان کے مذہب اور تعلیمات پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہیے۔ مشن کا دعویٰ ہے کہ اس وقت پاکستان میں ۵۰ لاکھ سے زائد افراد عیسائیت سے وابستہ ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ورلڈ آپریشن کے بعد سنی اور شیعہ دونوں مسلک کے مسلمان کافی تعداد میں عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں اور کئی نوجوان عیسائی لڑکیوں سے شادی کے بعد بیرون ملک جا چکے ہیں۔

اعجاز زیدی جو ۳ وارث روڈ لاہور پر رہائش پذیر ہیں۔ ایک انتہائی نفیس بزرگ ہیں۔ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور تیس سال قبل عیسائیت میں داخل ہو گئے اور پھر اپنے آپ کو عیسائیت کے مشن کے لیے وقف کر دیا۔

راقم کو ایک سال قبل زیدی صاحب سے چند ملاقاتیں کرنے کا موقع ملا تو ان دنوں "نعیم" نامی ایک خوبصورت نوجوان ان کے پاس تربیت لینے آتا تھا۔ راقم کے استفسار پر زیدی صاحب نے بتایا تھا کہ انقلاب ایران کے بعد جو لوگ شاہ کے حامی تھے اور ایران سے ہجرت کر کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی مقیم ہوئے' اب ان میں سے اکثر کو عیسائی تنظیمیں عیسائیت میں داخل کر رہی ہیں اور جو نوجوان عیسائیت قبول کرتے ہیں انہیں لاہور میں تربیت

دی جاتی ہے۔ بعد ازاں کئی نوجوانوں کو باہر بھیج دیا جاتا ہے۔ زیدی صاحب کے بقول اب وہ نوجوان کچھ عرصہ کے لیے کینیڈا روانہ ہو رہا تھا' راقم نے جب اعجاز زیدی سے یہ پوچھا کہ انہوں نے اپنا مسلک اور مذہب چھوڑ کر عیسائیت کیوں قبول کی تو زیدی صاحب نے اپنے دو اشعار سنا کر خاموشی اختیار کر لی۔

ان کی نوازشوں کا بھرم ہو کے رہ گئے
کچھ لوگ مبتلائے علم ہو کے رہ گئے
حق بات کوئی کیسے کہے ان کی بزم میں
جتنے بھی سر اٹھے تھے قلم ہو کے رہ گئے

شفقت علی (فرانسس عمونیل) 72.E ماڈل ٹاؤن لاہور۔ شفقت علی مسلمان نوجوان تھا۔ بی ایس سی فارمیسی میں تعلیم حاصل کی۔ انتہا درجے کا ذہین مسلمان تھا جسے عیسائی تنظیموں نے نہ صرف عیسائی بنا دیا بلکہ اس کو عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اسے ماڈل ٹاؤن ای بلاک میں ایک قیمتی بنگلے میں منتقل کیا۔ جہاں اب وہ نوجوانوں کو مختلف نشستوں میں عیسائیت کی تعلیم دیتا ہے کہ اس کا نیا نام فرانسس عمونیل ہے اور وہ مشن کے لیے کام کر رہا ہے۔

ورلڈ مشن پر تیزی سے عمل در آمد کے لیے پاکستان میں مختلف محاذوں پر کام ہو رہا ہے۔ عیسائی مشنری اس انداز میں اپنے مشن کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں جس کی اجازت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ہرگز نہیں دیتا۔ اس سلسلے میں لاہور میں ایک اور اہم مرکز ڈومینیکن سنٹر Dominican Centre بھی کام کر رہا ہے۔

DOMINICAN CENTRE

153 - ALI BLOCK

NEW GARDEN TOWN, LAHORE.

اس ادارے کو Dominican Fairs کا نام دیا گیا ہے اور عیسائیت کے ورلڈ آپریشن کی مناسبت سے اس کا مخصوص نعرہ "اٹھو اور دنیا پر غلبہ حاصل کر لو" ہے۔ اس ادارے کے انچارج پاکستان میں پوپ کے نمائندے "فادر جیمز چنن" ہیں۔ اس ادارے کے زیر اہتمام پاکستان میں لاہور' گوجرانوالہ اور کراچی کے علاوہ چند دیگر بڑے شہروں میں تربیتی مراکز ہیں جہاں پر مستقبل میں عیسائیت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لیے مفکر تیار کیے جاتے ہیں۔ نیز پوپ کے نمائندے کی صدارت میں ہر ماہ باقاعدگی سے ایسے اہم اجلاس ہوتے ہیں جن میں عیسائی نمائندوں کے علاوہ مسلمانوں کی طرف سے اہم بیورو کریٹس' ریٹائرڈ جج' ایڈووکیٹ' ہیومن رائٹس تنظیموں کے

نمائندے اور اہم شخصیات شرکت کرتی ہیں۔ یہ اجلاس بعض اوقات ہر ماہ کی پندرہ تاریخ اور بعض اوقات ہر ماہ کی آخری جمعرات کو ہوتا ہے۔ جس میں اسلام اور عیسائیت کا تقابلی جائزہ' پاکستان میں آزاد معاشرہ اور پاکستان میں انسانی حقوق کے بارے میں مباحثہ ہوتا ہے۔ ان اجلاسوں کی باقاعدہ رپورٹ بین الاقوامی تنظیموں اور پوپ کے مرکز کو بھیجی جاتی ہے۔ ایسی نشستوں کا اصل مقصد پاکستان کے تمام اہم شعبوں سے وابستہ اہم شخصیات کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہے تاکہ عیسائی تنظیموں کے بارے میں کوئی بھی منفی خیالات ذہن میں نہ لا سکے۔

پاکستان کو مکمل عیسائی ریاست بنانے سے قبل پہلے مرحلے میں اسے مکمل سیکولر ریاست بنانا ہے اور اس سلسلہ میں پاکستان میں آزاد معاشرہ کا قیام عیسائیوں کی ترجیحات میں شامل ہے۔

معاملہ بڑا سنگین ہے' وطن کی نظریاتی اور مذہبی سرحدوں پر حملہ ہو چکا ہے۔ ہمارے حکمران بعض اوقات غیر معمولی اور غیر ضروری مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے خطرناک نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ معاملہ مذہب کا ہے' ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ گزشتہ سالوں سے بنیاد پرستی سے متنفر کرنے کے لیے ایک سازش کے تحت ہمیں بنیاد پرست کہنے کا پراپیگنڈہ شروع کیا گیا تاکہ آزاد خیال پاکستانی عیسائیوں کے لیے میدان کھلا چھوڑ دیں۔ بہرصورت زیادہ ذمہ داری حکمرانوں کی ہے۔

(بہ شکریہ ہفت روزہ "ندائے ملت")

اردو' عربی اور انگلش میں معیاری کمپوزنگ کے لیے

الشریعہ کمپوزرز گوجرانوالہ

سے رابطہ کیجئے

مناسب نرخ ○ بروقت کام

البانیہ کے مسلمان اور مسیحی مشن

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کے ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" نے اپریل ۹۳ء کی اشاعت میں مشرقی یورپ کے مسلم اکثریت کے ملک البانیہ میں مسیحی مشن کی سرگرمیوں کے بارے میں یہ رپورٹ شائع کی ہے جس سے مسیحی مشنریوں کے اصل اہداف کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ (ادارہ)

(ماہنامہ فوکس (لیسٹر) نے The European بابت ۲۲-۲۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے حوالے سے البانیہ میں امریکی بپٹسٹوں کی سرگرمیوں کے بارے میں ایک مضمون نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر)

۷۵ فیصد آبادی کے ملک البانیہ نے اپنے زیر انتظام تمام سرکاری یتیم خانے فلوریڈا (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) کے ایک بنیاد پرست مسیحی گروہ کے حوالے کر دیے ہیں۔ بچوں کی فلاح و بہبود سے متعلق اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسف (UNICEF) نے اس صورت حال پر کہا کہ جس انداز سے امریکی "Hope for the World Foundation" "امید برائے دنیا فاؤنڈیشن") نے البانوی حکومت کو اپنے شہریوں کے حقوق سے دستبردار ہو جانے کے لیے اپنے پھندے میں پھنسایا ہے، اس پر یونیسف "سخت پریشان" ہے۔ اسی طرح بچوں کی فلاح و بہبود کے متخصص ایک بین الاقوامی گروپ نے مذکورہ فاؤنڈیشن کے ایک یتیم خانے کا دورہ کرنے کے بعد "بچوں کو معاشرے سے کاٹ کر رکھنے اور ان کی مخصوص ذہن سازی" پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

مذکورہ فاؤنڈیشن فلوریڈا کے ایک خود مختار بپٹسٹ چرچ کا ذیلی شعبہ ہے جو مشرقی یورپ میں تبشیر اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کام کرنا چاہتا ہے۔ گزشتہ سال کے آغاز میں یونانی آرتھوڈوکس اور مسلمان تنظیموں کے مقابلے میں البانوی حکومت نے اس فاؤنڈیشن کو یتیم خانے کے ٹھیکے دیے اور فاؤنڈیشن کو بچوں کے کلی حقوق کفالت دے دیے ہیں۔ چنانچہ پانچ ہزار کے لگ بھگ یتامی کی صحت، بہبود اور تعلیم اس امریکی تنظیم کے ہاتھ میں ہے۔ بچوں کو یتیم خانوں کے حوالے کر دینے والے عزیزوں کو فاؤنڈیشن کے حق میں اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہونے

کے ایک حلف نامے پر دستخط کرنے پڑتے ہیں۔ فاؤنڈیشن کی نمائندہ اور فلوریڈا میں اورلینڈو بپٹسٹ چرچ کی مددگار پاسٹر شارلی جیسٹ نے تسلیم کیا ہے کہ فاؤنڈیشن کے ذریعے مسلم یتیم بچوں کو ان کے مذہب کی تعلیم نہیں دی جائے گی' البتہ وہ مذہبی واقفیت "نظام تعلیم کے ذریعے غالباً" حاصل کر لیں گے۔"

یونیسف کے نمائندہ خصوصی علی رضا محلاتی کے مطابق بچوں کی فلاح و بہبود سے متعلق معائنہ کرنے والی ایک ٹیم کو اس امر پر ازحد تشویش ہے کہ بچوں کو معاشرے سے کاٹ کر رکھا جا رہا ہے اور ان کے ذہن بدلنے کے لیے بھرپور پروگرام جاری ہے۔ جناب علی رضا محلاتی نے بچوں کے شکایات بھرے خطوط البانوی حکام کو بھجوا دیے ہیں مگر انہیں کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ "حکومت نے اپنے حاکمانہ حقوق' جو اسے اپنے شہریوں کے بارے میں حاصل ہیں' دستخط کر کے دوسروں کے حوالے کر دیے ہیں"

"یہ ایک ازحد قابل اعتراض معاہدہ ہے جس میں چند خوفناک دفعات ہیں اور البانوی حکام دستخط کر کے پھنس گئے ہیں۔ اس ملک میں ضروریات' بالخصوص ان اداروں (یتیم خانوں) میں بہت زیادہ ہیں جہاں کچھ کھانے کو نہیں' کمرے گرم رکھنے کا کوئی انتظام نہیں حتیٰ کہ شیر خوار بچوں کے لیے زیر جامہ تک دستیاب نہیں۔ اگر کوئی مسکراتے چہرے اور بائبل در بغل یہاں آنکلے تو حکام اسے خدا کی طرف سے ایک نعمت خیال کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جان سکتے کہ آنے والے کے مقاصد کیا ہیں"

رپورٹ کے مطابق "یتیم خانوں کے ڈائریکٹر نے معائنہ ٹیم کے ارکان کو بتایا کہ "جب والدین اپنے بچوں کو یتیم خانے میں چھوڑنا چاہتے ہیں تو انہیں (بچوں پر) اپنے حقوق سے دستبردار ہونے کے لیے ایک حلف نامے پر دستخط کرنے پڑتے ہیں۔ بچوں کا بیرونی دنیا سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا"

"یونیسف کا کہنا ہے کہ یہ البانیہ کے وزراء سے اس وقت تک مسلسل رابطہ رکھے گا جب تک کہ یہ معاہدے توڑ نہیں دیے جاتے لیکن اکثر البانوی افسران کا احساس ہے کہ اس طرح کم از کم یتیموں کو کپڑے اور کھانا تو مل رہا ہے' اس وقت انہیں بنیاد پرست مسیحیت کی تعلیم دی جا رہی ہے یا کفالت کے لیے بیرون ملک بھیجا جا رہا ہے مگر معاہدے ٹوٹ جانے پر ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گی"

شارلی جیسٹ کا کہنا ہے کہ اورلینڈو بپٹسٹ چرچ' جسے ان کے بھائی پاسٹر ڈیوڈ جیسٹ چلا رہے ہیں' ایک "بنیاد پرست اور خود مختار" چرچ ہے' اور چرچ بائبل کی نشر و اشاعت میں خلوص

دل سے یقین رکھتا ہے۔ کرسچین جزائر' کینیا اور فلپائن میں اس کے پروجیکٹ ہیں اور اب چرچ یتیموں سے متعلق اپنا پروگرام رومانیا میں شروع کر رہا ہے۔

"انہوں نے بتایا کہ Hope for the World بالخصوص البانوی یتیموں کے لیے دو مقاصد کے پیش نظر قائم کی گئی ہے' اولاً" انہیں بائبل سے روشناس کرایا جائے اور ثانیاً" انہیں گھر جیسا ماحول فراہم کیا جائے۔ یتیم خانوں کا انتظام سنبھالنے کے سلسلے میں فلوریڈا سے پاسٹر جیسٹ اور چرچ کے دوسرے افراد نے تیرانہ میں حکومتی نمائندوں سے ملنے کے لیے چھ یا سات بار البانیہ کا سفر کیا ہے۔ معاہدہ طے پانے میں کوئی رقم استعمال نہیں ہوئی بلکہ فاؤنڈیشن کو صحت اور تعلیم کی وزارتوں کو اس حد تک مطمئن کرنا پڑا کہ وہ یتیم خانے چلا سکتی ہے"

The European کے نمائندے نے تیرانہ کا ایک یتیم خانہ دیکھا ہے جہاں فاؤنڈیشن کی نمائندہ ڈیبی ہوف مین نے اسے بتایا کہ بچوں کو اسکول جانے کے لیے عمارت سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ انہیں وہ خود فاؤنڈیشن کے دوسرے ارکان اور کچھ البانوی پڑھاتے ہیں جن کا انتخاب فاؤنڈیشن کرتی ہے۔ اب تیرانہ میں ایک دوسرے یتیم خانے کو امریکہ میزبانوں کے حوالے کرنے کا راستہ صاف ہو چکا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ڈیبی ہوف مین نے کہا کہ "جس طرح ہم کام کر رہے ہیں' اس کے مطابق ہر ایک یتیم خانے میں ایک دو مقامی خاندانوں کو شامل کیا جائے گا"

فاؤنڈیشن اپنے پروگرام میں البانیہ کے ان بچوں کو بھی شامل کر رہی ہے جو سڑکوں پر آوارہ گھومتے ہیں۔ اگرچہ یہ بچے بھیک مانگ کر زندگی گزار رہے ہیں مگر ابھی تک اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں"

جدید نصاب تعلیم معارف اسلامی کی شاہکار کتب

معارفی قاعدہ ○ معارفی نماز

معارفی دینیات ○ معارف الایمان

معارف الاسلام ○ معارف التجوید

ناشر: ندوۃ المعارف' مرکزی جامع مسجد' گکھڑ' ضلع گوجرانوالہ

تعارف و تبصرہ

رئیس التحریر

خطبات سواتی جلد چہارم

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم کے خطبات جمعہ مرتب ہو کر بے شمار مسلمانوں کی ہدایت اور خطباء کی راہ نمائی کا ذریعہ بن رہے ہیں اور اس کی چوتھی جلد مرتب ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس جلد میں سنت اور بدعت میں امتیاز' شعائر اللہ کی تعظیم' تطہیر فکر کی ضرورت' مالی حقوق کے آٹھ مصارف' حقوق العباد کی اہمیت' زکوٰۃ آرڈیننس' زکوٰۃ کی اہمیت و حکمت' سیرت طیبہ' فقہ حنفی' عقیدۂ حیاۃ النبیؐ' معراج النبیؐ' رمضان المبارک' قربانی' مہاجرین والانصار اور اسلامی تقویم جیسے اہم عنوانات پر انتیس خطبات شامل ہیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ انداز بیان اب اتنا معروف ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ سے نوازیں' آمین

چار سے زائد صفحات' عمدہ جلد' معیاری طباعت اور قیمت ۱۱۰ روپے' ناشر مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

تزئین القرآن شرح جمال القرآن

تجوید وقراءت پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا رسالہ جمال القرآن ایک عرصہ سے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے اور ہزاروں قراء اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا قاری شمس الرحمٰن نعمانی نے اس کی مفصل شرح لکھ کر اس کی افادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور آخر میں علم قراءۃ کے معروف ائمہ واساتذہ کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔

صفحات ۳۰۷' طباعت معیاری' خوبصورت جلد' قیمت درج نہیں ہے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ شجاعت' ڈاک خانہ فارسٹ گیٹ' پلوسی روڈ' راحت آباد' پشاور

قرآن وحدیث سے عداوت کیوں؟

جامعہ مدنیہ لاہور کے استاذ مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب نے ایک منکر حدیث کے نظریات وخیالات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے حجیت حدیث پر مفید مواد جمع کر دیا ہے اور متعدد سوالات واشکالات کا جواب دیا ہے۔ صفحات ۸۰' طباعت معیاری' یہ رسالہ صرف چار

روپے کے ٹکٹ بھیج کر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوایا جا سکتا ہے: شعبہ نشرواشاعت مدرسہ ناصر العلوم' رشید ٹاؤن' مانگا منڈی' لاہور

ماہنامہ الاحرار ملتان

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم ابو ذر بخاری رحمہ اللہ کی زیر ادارت "الاحرار" ایک عرصہ تک قارئین کے علمی وادبی ذوق کی تسکین کرتا رہا ہے۔ ان کے فرزند حافظ محمد معاویہ بخاری اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اس وقت اس کا مارچ ۹۸ء کا شمارہ ہمارے سامنے ہے جو مفید معلوماتی مضامین پر مشتمل ہے۔

سالانہ زر خریداری یک صد روپیہ' ۲۳۲ کوٹ تغلق شاہ ملتان

ختم نبوت ڈائری ۹۸ء

انٹر نیشنل ختم نبوت موومنٹ نے ۹۸ء کی ڈائری شائع کی ہے جس میں منکرین ختم نبوت کے مختلف گروہوں کے تعارف کے ساتھ ساتھ تحریک ختم نبوت میں کام کرنے والی جماعتوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ڈائری ان کے علاوہ بھی مختلف النوع معلومات سے مزین ہے۔ ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ کے مولانا خالد قریشی نے مولانا مشتاق احمد چنیوٹی اور ملک طارق جاوید چنیوٹی کے تعاون سے خاصی محنت کر کے ڈائری مرتب کی ہے اور عمدہ کمپوزنگ اور طباعت کے ساتھ مضبوط اور خوبصورت جلد میں اسے پیش کیا گیا ہے۔ پاکستان میں یہ ڈائری ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ سے ایک سو روپے میں حاصل کی جا سکتی ہے۔

ہندستان میں پہلی بار برٹش دور میں سونے چاندی کے سکوں کی جگہ کاغذی نوٹ چلائے گئے۔ اس وقت مولانا عبد الحق حقانی زندہ تھے۔ کسی نے اس کے بارے میں مولانا حقانی کا فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے براہ راست جواب دینے سے گریز کرتے ہوئے کہا: میرا فتویٰ نہیں چلے گا اور نوٹ چل جائے گا۔

خالص فقہی نظر سے دیکھنے میں کاغذی نوٹ کے بارے میں جواز اور عدم جواز کا مسئلہ پیدا ہوتا تھا۔ مگر مولانا عبد الحق حقانی نے براہ راست اپنی رائے دینے سے گریز کیا کیونکہ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ عمومی رواج کی صورت ہے اور عمومی رواج میں ہمیشہ رواج چلتا ہے نہ کہ مفتی کا فتویٰ (مولانا وحید الدین خان)

آئی ایم ایف کا اگلا ہدف

واشنگٹن (این این آئی) بین الاقوامی مالیاتی فنڈز (آئی ایم ایف) زیادہ اختیارات حاصل کرنے کے لیے آئندہ ماہ اپنے منشور میں تبدیلی کرے گا۔ اس ضمن میں آئندہ ماہ فنڈز کے ایگزیکٹو بورڈ کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ یہاں سے منظوری کے بعد ۱۸۲ ممالک کے بورڈ آف گورنرز میں اس پر حتمی رائے شماری ہوگی۔ ادھر امریکی کانگریس کے کئی ارکان نے اس اقدام کو ملکوں کی خود مختاری میں مداخلت قرار دیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ نئے منشور کے تحت آئی ایم ایف یا اس کے نامزد کردہ افراد جب اور جہاں ضروری ہوا' رکن ملکوں کے بین الاقوامی قوانین سے بالاتر ہو کر کام کر سکیں گے۔ امریکی کانگریس ان سفارشات کی بھرپور مزاحمت کر رہی ہے۔ بہت سے ارکان کانگریس نے کہا ہے کہ امیر ملکوں نے حال ہی میں سرمایہ کاری سے متعلق کئی دو طرفہ سمجھوتوں کے لیے مذاکرات میں ناکامی کے بعد اپنے مفاد کے حصول کے لیے چور دروازے کا انتخاب کیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ آئی ایم ایف کے اختیارات حاصل کرنے کی یہ کوشش مایوس کن ہے تاہم کلنٹن انتظامیہ آئی ایم ایف کی تجاویز کی حمایت کر رہی ہے جس کا کہنا ہے کہ غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے اپنی منڈیوں کو کھولنے کی غرض سے آئی ایم ایف کو نئے اختیارات کی ضرورت ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پاکستان جیسے ممالک پہلے ہی غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے اقدامات کر چکے ہیں اور پاکستان نے غیر ملکیوں کو جائیداد اور اثاثے حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے مگر ان ملکوں کو بھی آئی ایم ایف کے نئے اختیارات ملنے کے بعد اپنی خود مختاری اور سالمیت کو داؤ پر لگانا ہوگا کیونکہ نیا منشور اپنانے کے بعد آئی ایم ایف کسی بھی ملک کو امداد فراہم کرنے سے قبل اس ملک کی بجلی' گیس اور ٹیلی فون جیسی ضرورت اور مقامی خدمات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے کا مطالبہ کرے گی۔

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد' ۲۵ مارچ ۹۸ء)

انتخابی اور گروہی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے
ہر طبقہ، مکتب فکر اور جماعت کے اصحاب فکر کے تعاون سے

نفاذ شریعت کی عوامی جدوجہد

منظم کرنے اور اس کے لیے علماء کرام، اساتذہ، وکلاء، طلبہ، صحافیوں اور دینی کارکنوں کو علمی، فکری اور عملی طور پر تیار کرنے کے لیے

✱ پاکستان شریعت کونسل ✱

کی تشکیل و تنظیم کا کام ملک بھر میں ہر سطح پر جاری ہے۔

کسی بھی دینی و سیاسی جماعت کے ارکان پاکستان شریعت کونسل میں شامل ہو سکتے ہیں البتہ کونسل کے کسی بھی سطح کے امیر اور سیکرٹری جنرل کسی دوسری جماعت کے عہدہ دار نہیں ہوں گے۔

دستور کی کاپی اور فارم رکنیت حاصل کرنے کے لیے
مرکزی ناظم انتخابات مولانا عبد الرشید انصاری
خطیب جامع مسجد عائشہؓ سیکٹر B/۱۱ نارتھ کراچی

سے رابطہ قائم کریں یا اپنا نام، ولدیت، شناختی کارڈ نمبر، تعلیم، پیشہ اور دل چسپی کے شعبے کے بارے میں معلومات تحریری طور پر ارسال کریں۔ آپ کو فارم رکنیت بھجوا دیا جائے گا۔

مولانا فداء الرحمٰن درخواستی (امیر)
ابو عمار زاہد الراشدی (سیکرٹری جنرل)

◄ پاکستان شریعت کونسل

1- جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن C-1-6 نارتھ کراچی
2- مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ۔ فون و فیکس ۲۱۹۹۹۳ - ۰۴۳۱